ماہنامہ

المُرشِد

اَکْثِرُوْا ذِکْرَاللّٰہِ حَتّٰی یَقُوْلُوْا مَجْنُوْنٌ احمد وابن حبان

اللہ کا ذکر اس کثرت سے کرو کہ لوگ کہنے لگیں کہ دیوانہ ہو گیا ہے

ہر کام کی طرف ہاتھ بڑھاتے وقت اگر یہ خیال آجاتا ہے کہ کام ایسا نہ کروں جس سے اللہ اور اللہ کا نبی ﷺ خفا ہو جائیں تو آپ منزل پا گئے

حضرت شیخ المکرم
امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

اکتوبر 2012ء

ذیقعد/ذوالحج 1433ھ

تصوف

تصوف کیا ہے؟

خالق کائنات نے اپنی تخلیق کو بامقصد و باکمال پیدا فرمایا، نظام کائنات کو کمال حسنِ تدبیر سے رواں دواں فرمایا۔ اپنی شاہکار مخلوق انسان کی خدمت پر اپنی باقی مخلوق کو مامور فرمایا اور انسان کو اپنی نیابت کا فریضہ سونپ کر اسے ممتاز کر دیا۔ اس فریضے کی کماحقہ ادائیگی کے لیئے لازم ہے کہ نائب اپنے مالک سے رابطہ رکھے، وہاں سے احکامات وصول کرے اور مالک کی کائنات پر نافذ کرے۔ ان احکامات کو وصول کرنے کا آلہ انسانی سینہ میں دھڑکتے ہوئے دل کے اندر ایک لطیفہ ربانی ہے جسے قرآن حکیم نے قلب کہا ہے۔

اللہ تعالی نے انسانوں میں ایسے عظیم الشان انسان پیدا فرمائے جنہیں نبوت ورسالت سے سرفراز فرما کر مخلوق کی طرف بھیجا۔ یہ منور القلوب ہستیاں ہر دور میں انسانی قلوب پر چھائی غفلت، قساوت و سیاہی کو اپنے قلب کے نور سے دھوتے رہے۔ چونکہ آپ ﷺ تشریف لائے جو سراج منیر ہیں، روشنیاں بانٹنے والا سورج ہیں، چونکہ آپ ﷺ کی رسالت قیامت تک کے لئے ہے اس لئے ہر دل کو صفائی کے لئے قلب اطہر رسول ﷺ کے انوارات ہی سے فیض یاب ہونا ہے جس کا طریقہ ذکر قلبی ہے۔ اسی لئے قرآن حکیم میں جا بجا ذکر اسم ذات، ذکر قلبی، ذکر کثیر اور ذکر خفی کا حکم دیا گیا۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا (المزمل:8) یا وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ (الاعراف:205) اور ارشاد نبوی ﷺ ہے لِكُلِّ شَيْئٍ صِقَالَةٌ وَ صِقَالَةُ الْقُلُوْبِ ذِكْرُ اللهِ (البیہقی) کہ ہر چیز کو صاف کرنے کی پالش ہے اور دلوں کی پالش اللہ کا ذکر ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ دلوں کے آئینے اللہ کے نام کا ذکر کر کے صاف کیے جائیں اور اللہ کے مقبول بندوں، مشائخ اور اولیاء اللہ کی پاک محفل میں بیٹھا جائے تو سراج منیر ﷺ کا نور، برکات نبوت ایک لحظے سے بھی کم وقت میں قلوب پر برستا ہے جیسے ایک چھوٹے سے آئینے کا رخ سورج کی طرف کر دیں تو وہ خود ایک چھوٹا سا سورج بن جاتا ہے اسی طرح انسانی قلوب شیخ کامل کی صحبت میں اللہ کے ذکر سے دھل کر رسول کریم ﷺ کے قلب اطہر سے اپنے حصے کی ضیاء پاتے ہیں۔ یہی نور انہیں عملی زندگی میں راہ دکھاتا ہے۔ اسی کے حصول کا نام تصوف ہے، اسی باطنی طہارت کا نام تصوف ہے۔

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

ماہنامہ

المرشد

اکتوبر 2012ء ذوالقعدہ/ذوالحجہ ۱۴۳۳ھ

جلد نمبر 34 شمارہ نمبر 2

مدیر: محمد اجمل

سرکولیشن منیجر: محمد اسلم شاہد

قیمت فی شمارہ 45 روپے

PS/CPL#15

فہرست

اقوال شیخ	انتخاب	2
اداریہ	ابوالاحمدین	3
طریقہ ذکر		4
سالانہ اجتماع کا اختتامی بیان	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	5
روحانی بیعت پر اعتراض کا جواب	نوید اشرف	14
مسائل السلوک	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	19
صبر	حافظ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ	24
اکرم التفاسیر	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	26
فیصلہ	میاں قاسم غازی	35
امیر کا رنج، غریب کا رنج	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	39
Khuloos	Ameer Muhammad Akram Awan	45
Hayat-e-Javidan (CH: 17)	Abul Ahmadeen Translator: Naseem Malik	48

بدل اشتراک

پاکستان	500 روپے سالانہ
بھارت/سری لنکا/بنگلادیش	1200 روپے
مشرق وسطی کے ممالک	100 ریال
برطانیہ۔یورپ	35 اسٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	60 امریکن ڈالر
فار ایسٹ اور کینیڈا	60 امریکی ڈالر

www.owaisiah.com / www.naqashbandiahowaisiah.com

انتخاب جدید پریس لاہور 0423-6314365 ناشر عبدالقدیر اعوان

سرکولیشن و رابطہ آفس: ماہنامہ المرشد 17 اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ، لاہور

Ph: 042-35182727
Fax: 042-35180381
E-mail: monthlyalmurshed@gmail.com

مرکزی دفتر: دارالعرفان ڈاکخانہ نور پور ضلع چکوال۔

Ph: 0543-562200
Fax: 0543-5621198
E-mail: darulirfan@gmail.com

اقوال شیخ

ا۔ جہاد جہد سے مشتق ہے یعنی محنت، کوشش۔ وہ محنت جو برائی کو روکنے، نیکی کو پھیلانے میں کی جائے جہاد ہے۔ لوگوں کو ظلم سے روکنے کیلئے اگر جنگ بھی کرنا پڑے تو وہ جنگ نہیں جہاد ہوگا۔

۲۔ مومن کی اصل دولت معیت باری ہوتی ہے۔

۳۔ ایمان، دعوی کیساتھ یقین اور یقین کے ساتھ عمل کا نام ہے۔

۴۔ اللہ تعالی کی طرف سے ہدایت کا متحمل صرف قلب ہوتا ہے۔

۵۔ جب تک اللہ تعالی کو دل میں نہ بسایا جائے مومن کی ظاہری زندگی کو حیات جاودانی نہیں مل سکتی اور نہ بقا نصیب ہوسکتی ہے۔

۶۔ تصوف نام ہے کمال دین کو پانے کا، دین نام ہے اتباع رسالت ﷺ کا۔

۷۔ قبولیت حج کی دلیل یہ ہے کہ دل دنیا کی محبت سے خالی ہوجائے اور آخرت کی رغبت پیدا ہوجائے۔

اداریہ

آخری صف کا نمازی

کبھی گستاخانہ خاکے اور اب انٹرنیٹ فلم کے ذریعہ ناموسِ رسالت ﷺ پر براہِ راست حملہ، عالم اسلام پر ایک قیامت ٹوٹ پڑی۔ مصر کے دارالحکومت قاہرہ میں عشاقانِ رسول ﷺ کے ولولہ انگیز مظاہرے، تیونس، لبنان، مراکش، عراق، لیبیا، ایران اور بنگلہ دیش میں بھی احتجاجی مظاہروں کی شدت کم نہیں ہے۔ بھارتی مسلمان ان مظاہروں میں کسی سے پیچھے نہیں بلکہ حال ہی میں قرآن پاک کی بیحرمتی کے واقعہ میں انہوں نے چھ شہادتوں کا نذرانہ پیش کیا۔ پاکستان میں بھی دو دن کے بعد مظاہرے شروع ہو گئے۔ اس پلید جسارت پر امت مسلمہ کے بڑھتے ہوئے اضطراب پر نگاہ ڈالیں تو وطن عزیز، جو عالم اسلام میں اٹھنے والی ہر تحریک کا قائد ہوا کرتا تھا، آج آخری صف کا نمازی نظر آتا ہے۔ ایک اسلامی مملکت ہونے کے باوجود حکومت کے ردِعمل کو بھی کسی طور اطمینان بخش قرار نہیں دیا جا سکتا۔

جس طرح ڈاکٹر ایک جاں بلب مریض کو ہلکی سی چبھن دے کر تعین کرتا ہے کہ اب اس کی بیہوشی کس درجہ کی ہے، اسی طرح دشمنان اسلام وقفہ وقفہ سے ہماری غیرت ایمانی کا جائزہ لیتے رہے ہیں کہ وہ اسے کمزور کرنے میں کس حد تک کامیاب ہو سکے ہیں لیکن ہر بار انہیں منہ کی کھانی پڑتی ہے۔ البتہ مسلمانانِ پاکستان کے لئے یہ لمحۂ فکریہ ہے کہ ان کے قائدانہ کردار کو کیا ہوا؟

یہ تبدیلی اچانک رونما نہیں ہوئی بلکہ اس کے پیچھے دشمنانِ اسلام کی طویل سازشوں کا ہاتھ ہے۔ پاکستان میں روزافزوں فرقہ واریت دشمن کی سب سے کامیاب چال ہے۔ یہ صرف ایک دو دہائیوں کی بات ہے کہ ہمارے ہاں نئے نئے مذہبی فرقوں نے جنم لیا جن کی بہت تیزی سے آبیاری کی گئی۔ حکومت کو اس سے کیا غرض کہ ان کی فنڈنگ کس کس ملک سے کی جاتی ہے۔ ان مذہبی فرقوں کی باہمی نفرت کا یہ عالم ہے کہ آج اگر ایک مکتبِ فکر صدائے احتجاج بلند کرتا ہے تو دوسرے مکاتب، خواہ مقصد دفاعِ ناموسِ رسالت ﷺ ہی کیوں نہ ہو، اس سے تعاون نہیں کرتے جس کے نتیجہ میں ایک کمزور اور بے اثر ردِعمل کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ مختلف فرقوں کی قیادت کے اس منفی طرزِ عمل سے ہماری دینی حمیت کے بارے میں دشمن کو جو پیغام ملتا ہے اس کے لئے یہ لوگ جناب رسالت مآب ﷺ کو کل روز قیامت کیا منہ دکھائیں گے! اس کمزور احتجاج کی دوسری وجہ پاکستان کے نوجوان طبقہ پر انڈین ثقافت کی یلغار ہے۔ کبھی یہ نوجوان ناموسِ رسالت ﷺ کی ہر تحریک کا ہراول دستہ ہوا کرتے تھے لیکن آج یہ طبقہ انٹرنیٹ پر انڈین فلمیں دیکھتے ہوئے راتیں بسر کرتا ہے اور دن مدہوشی کے عالم میں گزارتا ہے۔ یہ انڈین ثقافت جس میڈیا کے کاندھوں پر سوار ہو کر ہماری اسلامی تہذیب اور غیرتِ ایمانی پر حملہ آور ہے، اس کے ذمہ داران اپنے اس کردار کے متعلق شافع محشر ﷺ کے سامنے کیا جواب دیں گے؟ کیا یہ صرف ریٹنگ کی دوڑ اور حصولِ زر کے لئے ہے!

نوجوان نسل کو کوئی نہیں بتاتا کہ وہ کون ہیں؟ وہ اس ملک کے شہری ہیں جو اسلام کے نام پر بنا، جس میں اسلامی طرزِ حیات کو رائج کرنا تھا اور جہاں ہر مذہب و اقلیت کو اس کے حقوق ملتے۔ یہی ہمارا دین ہے اور یہی دستور بھی لیکن ہماری یہ پہچان تعلیمی ادارے کراتے ہیں نہ میڈیا کی ترجیح ہے۔ اپنے تشخص کو پہچانیں کہ پھر سے امت مسلمہ کی قیادت کا فریضہ سنبھال سکیں۔

ابو الاحمدین

ذکر کا فائدہ یہ ہے کہ بندے کو اپنے کچھ نہ ہونے اور اللہ کے سب کچھ ہونے کا احساس ہو جائے۔

ذاتِ باری کے معاملے میں اپنے نہ ہونے کا ادراک ہو جائے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں سب کچھ وہ ہے۔

شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

طریقہ ذکر

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ

مکمل یکسوئی اور توجہ کے ساتھ ہر سانس کی آمد و رفت پر اس طرح گرفت ہو کہ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ قلب پر لگے۔ دوسرے لطیفے کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ دوسرے لطیفے پر لگے۔ اسی طرح تیسرے چوتھے اور پانچویں لطیفہ کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ اس لطیفہ پر لگے جو کیا جا رہا ہو۔ دیئے گئے نقشے میں انسان کے سینے، ماتھے اور سر پر لطائف کے مقامات بتائے گئے ہیں جن کا خیال کر کے ذکر کیا جاتا ہے۔

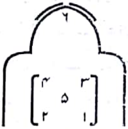

چھٹے لطیفہ کو کرنے کا طریقہ

ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کا شعلہ پیشانی سے نکلے۔

ساتویں لطیفہ کو کرنے کا طریقہ

ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کا شعلہ پورے بدن کے ایک ایک مسام اور خلیہ سے باہر نکلے۔

ساتویں لطیفہ کے بعد پھر پہلا لطیفہ کہا جاتا ہے جس کا طریقہ سب سے پہلے بیان ہوا ہے۔ ذکر کے دوران سانس تیزی اور قوت سے لیا جائے اور ساتھ ہی جسم کی حرکت جو سانس کے تیز عمل کے ساتھ خود بخود شروع ہو جاتی ہے۔ پورا خیال رہے کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ ہو۔ توجہ قلب پر مرکوز اور ذکر کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔

رابطہ: ساتوں لطائف کے بعد رابطہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے۔ ساتویں لطیفہ کے بعد پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے اور پھر رابطہ کے لئے سانس کی رفتار کو طبعی انداز پر لا کر ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' قلب کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ عرش عظیم سے جا کر ائے۔

اللہ کی محبت، دونوں جہانوں کی آسانیاں

سالانہ اجتماع کا اختتامی بیان
15.07.2012

شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ o وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ o اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ o بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًاo وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَیْءٍ قَدْرًاo (سورة الطلاق3)

سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُo مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰى حَبِيْبِکَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ.

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ جو کوئی اللہ کا تقویٰ اختیار کرتا ہے۔تقویٰ کا ترجمہ اردو میں ڈر کیا جاتا ہے کیونکہ اردو کا دامن اتنا وسیع نہیں ہے کہ عربی الفاظ کے مفاہیم کو سمو سکے۔ اللہ سے ڈر کا کیا مطلب ہے؟ اللہ تو کریم ہے، رحمان رحیم ہے، غفور رحیم ہے، ہزار، کروڑ، اربوں گناہوں کے بعد توبہ قبول کرنے والا ہے۔ وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ (سورة هود) میری رحمت تمام چیزوں سے وسیع تر ہے، پھر ڈرنے کی کیا بات ہے ڈر اردو کا لفظ ہے، عربی کا لفظ نہیں ہے۔ عربی کا لفظ تقویٰ ہے۔تقویٰ سے مراد کون سا ڈر ہے؟ تقویٰ اس ڈر کو کہتے ہیں جو تعلقات میں دراڑ آنے کا، بال آنے کا ڈر ہوتا ہے۔ کسی سے انتہائی قریبی تعلق ہو، کسی سے بے پناہ محبت ہو، بہت قریبی ہو، دل کی گہرائیوں کا رشتہ ہو تو پھر بات بات میں یہ دیکھنا پڑتا ہے کہ میرا یہ لفظ بولنے سے کہیں میرے محبوب پر گراں تو نہیں گذرے گا؟ میں یہ کام کروں گا تو کہیں مرے محبوب کو یہ ناپسند تو نہیں ہوگا؟ میری اس حرکت سے میرے اس رشتے میں کوئی دراڑ تو نہیں آ جائے گی! یہ خطرہ، یہ ڈر اگر اللہ کریم کے ساتھ ہو جائے اور بندے کا رشتہ ایسا ہو جائے کہ وہ اللہ کریم کو محبوب بنالے تو ایسے بندے کے الفاظ پر بھی پہرہ لگ جاتا ہے، حرکات وسکنات پر بھی پہرہ لگ جاتا ہے اور ہر آن وہ یہ سوچتا ہے کہ کہیں ایسا کرنے سے اللہ کریم اور میرے درمیان جو عابد ومعبود کا رشتہ ہے، طالب ومطلوب کا رشتہ ہے کہیں اس میں بال تو نہیں آ جائے گا؟ اس ڈر کو تقویٰ کہتے ہیں۔ تقویٰ تک پہنچنے کے لیے محبت ضروری ہے کہ بندہ اللہ کریم سے محبت کرتا ہو۔ یہ بڑا عجیب معمہ ہے، بندہ اللہ سے محبت کیسے کرے؟ بندہ جب محبت کرتا ہے تو کسی کو دیکھ کر فدا ہو جاتا ہے، کسی کی بات سن کر فدا ہو جاتا ہے، کسی کا حلیہ، شکل وقامت دیکھے نہیں، کسی سے سن لے تو بھی فدا ہو سکتا ہے۔ اب جس ہستی کی نہ مثل ہے نہ مثال ہے نہ اس کا کلام براہ راست سن سکتے ہیں نہ اس کو اس دار دنیا میں دیکھ سکتے ہیں جو ہمارے شعور واحساس سے وراء الوراء اور بالا تر ہے، جسے ہم سمجھ ہی نہیں سکتے اس سے محبت کیا کریں گے؟ ارشاد باری ہے کہ بندے میں یہ جرأت کہاں کہ وہ اللہ سے محبت کرے۔ یہ بندے کے بس کی بات نہیں۔ بندے کو تو اِتنا

هَـدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ○ (الدھر 3) راستہ دکھا دیا وہ شکر گذار بنا چاہے یا ناشکرا بنا چاہے۔ اطاعت کی طرف چلے یا نافرمانی کی طرف چلے یہ فیصلہ بندے کا ہے۔ لیکن جب بندہ وقتی مصلحتوں سے نہیں، کسی کو دھوکہ دینے کے لیے نہیں، کسی مفاد کا شکار ہو کر نہیں بلکہ دل کی گہرائی سے یہ فیصلہ کرتا ہے کہ مجھے اللہ کی اطاعت کرنی ہے تو اس فیصلے کو انابت کہتے ہیں۔ فرمایا: وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ (الشوریٰ: 13) جو دل کی گہرائی سے یہ طے کر لیتا ہے کہ مجھے اللہ کی اطاعت کرنی ہے اس کے لیے راستے میں خود کھول دیتا ہوں۔ جب بندہ یہاں پہنچتا ہے تو پھر اللہ اس سے محبت کرنے لگتا ہے۔ يُّحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗٓ (المائدہ:) بندے کی محبت انعکاسی اور ردِ عمل ہوتا ہے محبت الٰہی کا۔ بندہ تو محبت کرنے کا شعور ہی نہیں رکھتا، ذات باری کو سمجھ ہی نہیں سکتا محبت کیا خاک کرے گا؟ ہاں جب اللہ اس سے محبت کرتا ہے تو محبت اس کے دل میں آکر جب پلٹتی ہے تو ادھر سے اللہ کی محبت آرہی ہوتی ہے جب یہاں سے پلٹتی ہے تو بندے کے دل میں محبت الٰہی کا سمندر موجزن ہو جاتا ہے۔ يُّحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗ وہ ذات ستودہ صفات ان سے محبت کرتی ہے اور اس کے جواب میں بندے محبت کرتے ہیں ہر عمل کا ایک ردِ عمل ہوتا ہے۔ ہر action کا ایک reaction ہوتا ہے جب اللہ کی طرف سے اُسے محبوب بنایا جاتا ہے تو اس کا ردِ عمل یہ ہوتا ہے کہ اس کے دل سے بھی محبت کا چشمہ پھوٹ نکلتا ہے، دریا پھوٹ نکلتا ہے پھر وہ اللہ سے محبت کرتا ہے۔ اور جب محبت کرتا ہے پھر اُسے تقویٰ نصیب ہوتا ہے۔ فرمایا: وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ جسے اللہ کا تقویٰ نصیب ہو جائے۔ یہ بات صدیوں میں بھی نہیں ہو سکتی اور یہ بات لمحوں میں بھی ہو جاتی ہے۔ یہ ایسی عجیب بات ہے کہ یہ صدیوں میں بھی نہیں ہو سکتی اور یہ اتنی عجیب بات ہے کہ لمحوں میں بھی ہو جاتی ہے۔

انسان بالغ ہونے سے لے کر مرنے تک اپنی حاجات، اپنی ضروریات، اپنی مشکلات، حوادثات زمانہ سے نکلنے کی راہیں ڈھونڈتا رہتا ہے۔ اور ڈھونڈتا ڈھونڈتا تھک ہار کر گرتا ہے اور دم توڑ دیتا ہے۔ اس کی زندگی میں کوئی لمحہ ایسا نہیں آتا کہ جب وہ اس تلاش سے فارغ ہو چکا ہو، مستغنی ہو چکا ہو۔ کسی نوعمر نوجوان سے لے کر عمر رسیدہ بزرگ تک جس سے پوچھیں مسائل کا انبار ہے، نکلنے کا کوئی راستہ نہیں۔ فرمایا اگر تم تقویٰ اختیار کر لو، اگر تم دل سے یہ طے کر لو کہ تمہیں میری اطاعت کرنی ہے تو تم میرے محبوب بن جاؤ گے۔ کیسے اطاعت کرنی ہے؟ بڑی کھول کھول کر باتیں کیں فرمایا: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ......(آل عمران:) میرے محبوب! تمام لوگوں کو بتا دو علی الاعلان بتا دو، قیامت تک آنے والوں کو بتا دو کہ اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری پیروی کر لو، میری غلامی کو اپنا لو، میرے نقش قدم کو اپنا لو، يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ اللہ تم سے محبت کرنا شروع کر دے گا۔ اس کا مطلب ہے کہ تہہ دل سے طے کر لے اور دامن محمد رسول اللہ ﷺ کو تھام لے، اتباع پیامبر ﷺ شروع کر دے تو اللہ اس سے محبت کرنے لگے گا۔ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ تم کچھ بھی کر چکے ہو، جو کچھ پہلے کر چکے ہو وہ سب مٹا دیا جائے گا۔ سارے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔ جب اللہ تم سے محبت کریں گے تو تمہارے دل میں بھی عشق الٰہی پیدا ہو گا۔ جب عشق الٰہی پیدا ہو گا تو فَاِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ يُّحِبُّ مُطِيْعٌ شاعر کہتا ہے یقیناً محبت کرنے والا محبوب کا بے دام غلام بن جاتا ہے۔ وہی کرتا ہے جو محبوب کو پسند ہوتا ہے۔ دعویٰ محبت الٰہی، عشق رسول ﷺ کا ہو، کردار اللہ کی اطاعت و سنت کے خلاف ہو تو یہ جھوٹ ہے۔ محبت کی بنیاد ہی اتباع رسالت ہے۔ غلطی ہو جانا تقاضائے بشریت ہے، غلطی پر قائم رہنا کوئی بات نہیں ہے۔ لَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا۔ (آلِ عمران :135) فرمایا میرے بندوں سے غلطی ہو جاتی ہے انسان ہیں عالم آب و گل میں رہتے ہیں لیکن اس غلطی کو پھر وہ پیشہ نہیں بنا

لیتے، چھوڑ دیتے ہیں، توبہ کرتے ہیں۔ محبت الٰہی تمہارے قلوب میں مترشح ہوگی جو بارش محبت کی برسے گی پھر اس کے ردعمل میں جو پیداوار ہوگی جو فصل ہوگی وہ عشق الٰہی کی ہوگی۔ اور جب تمہارے قلوب میں عشق الٰہی وارد ہوگا تو پھر تمہیں بات بات پر کھٹکا ہوگا کہ میری کسی بات سے میرا محبوب خفا نہ ہو جائے، میرے کسی کام سے میرا محبوب خفا نہ ہو جائے۔ جب تم یہ درجہ پالو گے تو یَجۡعَلۡ لَّهٗ مَخۡرَجًا پھر ایسے بندوں کے لیے وہ خود راہیں کھول دیتا ہے اُن کے مسائل نہیں الجھتے۔ اُن کے لیے ہر مسئلے کا حل موجود ہوتا ہے اور ہر رکاوٹ کو وہ عبور کر لیتے ہیں یَجۡعَلۡ لَّهٗ مَخۡرَجًا اُن کے لیے نجات کے، اور مسائل سے نکلنے کی راہیں بنا دیتے ہیں۔ صرف یہی نہیں کہ وہ اس مسائلستان سے نکل جاتے ہیں بلکہ اس سے بالاتر ہو جاتے ہیں اُن کا کوئی مسئلہ ہوتا ہی نہیں جب دیکھو مطمئن رہتے ہیں۔ لوگ شور کرتے ہیں کہ حکومت ظالم آ گئی؟ بڑا فرعون حکمران بن گیا وہ کسی سے نہیں ڈرتے۔ بڑی بارشیں ہوئیں انہیں کوئی فکر نہیں ہوتی، بارشیں نہیں ہوئیں قحط سالی ہے، گرمی شدید ہے، وہ کہتے ہیں الحمدللہ! عجیب لوگ ہیں۔ سردی شدید ہوگئی وہ کہتے ہیں الحمدللہ! آج کھانا نہیں ملے گا، کہتے ہیں الحمدللہ! آج بہت اچھا کھانا ملے گا الحمدللہ! عجیب سے بندے بن جاتے ہیں، اُن کی باتیں عجیب ہو جاتی ہیں، دل بدل جاتے ہیں، مزاج بدل جاتے ہیں۔ اسی فضا میں، اسی ماحول میں، اسی زمین پر بستے ہیں۔ لیکن عجیب سے لوگ بن جاتے ہیں۔ فکر فردا سے بے پرواہ، غموں سے آزاد، اللہ کی یاد میں مگن، اتباع رسالت کے متلاشی۔ کبھی قرآن کھولتے ہیں کبھی حدیث کھولتے ہیں کبھی تسبیح کر رہے ہوتے ہیں کبھی ذکر کر رہے ہوتے ہیں۔ مسئلوں کی بالکل فکر نہیں کرتے۔ یَجۡعَلۡ لَّهٗ مَخۡرَجًا اللہ کریم ان کے لیے نکلنے کی راہیں کھول دیتا ہے وہ کسی میں الجھتے نہیں وَّيَرۡزُقۡهُ مِنۡ حَيۡثُ لَا يَحۡتَسِبُ اور انہیں وہاں سے رزق پہنچاتا ہے جہاں سے انہیں گمان بھی نہیں ہوتا۔ رزق کس چیز کو کہتے ہیں؟ ہر وہ نعمت جو اللہ سے بندے کو ملتی ہے وہ رزق ہے۔ وجود ملا یہ بھی اس کا دیا ہوا رزق ہے، جان ملی یہ اُس کا رزق ہے، شعور ملا، حواس ظاہری ملے یہ اس کا رزق ہے۔ جلاءِ باطنی نصیب ہوئی یہ اس کا رزق ہے، عظیم شیخ نصیب ہوا یہ اس کا رزق ہے، مراقبات، مقامات نصیب ہوئے یہ اس کا رزق ہے، فکر آخرت نصیب ہوئی یہ اس کا دیا ہوا رزق ہے، اتباع رسالت نصیب ہوئی یہ اس کا دیا ہوا رزق ہے، محبت پیامبر نصیب ہوئی یہ اس کا دیا ہوا رزق ہے، دنیا میں بھی اس کا دیا ہوا رزق ہے آخرت کے لیے اس کا دیا ہوا رزق ہے۔ زندگی تو زندگی اُن کے لیے موت بھی موجب راحت بن جاتی ہے۔

عجیب بات ہے لوگ کہتے ہیں کہ تصوف و سلوک بڑا مشکل ہے۔ یاد الٰہی بڑا اوکھا کام ہے اور اس میں بڑی مصیبتیں آتی ہیں۔ کمال ہے کیا تم نے کر کے دیکھا ہے؟ جب کر کے نہیں دیکھا تو دعویٰ کس بات پر کرتے ہو۔ کر کے دیکھو تو بتاؤ، بھگتو تو جانو! وہ فرماتا ہے میری محبت مشکل نہیں ہے۔ دونوں جہانوں کی آسانیاں قدموں میں ڈھیر کر دیتا ہوں یہ روایت ہے، لوگوں کی حکایت ہے زبان زد عام ہے کہ اللہ کے بندوں پر بڑی مصیبتیں آتی ہیں۔ تمہیں کیا پتہ جو تمہیں مصیبت نظر آ رہی ہیں اس میں اُسے کیا لذت مل رہی ہے۔ تم بظاہر اُسے پتھر مار رہے ہو لیکن ہر پتھر کی ہر چوٹ اُسے ایک نئی لذت دے رہی ہے۔ وہ پتھر کھا کر تمہارے لیے دست بدعا ہے۔ یہ کیا عجیب بات ہے کہ ایک ہستی کو لوگ پتھروں سے ماریں، غیرت الٰہی جوش میں آئی، ملک الجبال جو فرشتہ پہاڑوں پر مقرر ہے۔ چاروں طرف سے ہزاروں فرشتے ہیں یہ ان سب کا کمانڈر ہے اُسے فرمایا جاؤ میرے حبیب ﷺ سے اجازت لے لو، لوگوں نے میرے حبیب ﷺ پر پتھر پھینکے ہیں تم یہ بڑے بڑے پہاڑ اٹھا کر اُن کی آبادی پر گرا دو لیکن میرے محبوب کی اجازت سے۔ حضور ﷺ کا بدن عالی زخموں سے چور

تھا، خون بہہ کر نعلین مبارک میں جم گیا۔ جوتا پاؤں سے اُتارنا مشکل ہوگیا۔ ملک الجبال حاضر ہوا۔ عرض کیا السلام علیکم یا رسول اللہ اہل طائف نے آپ پر بڑے پتھر برسائے۔ مجھے حکم ہوا ہے کہ یہ تو ہی پتھر پھینک سکتے ہیں جو یہ اٹھا سکتے ہیں، تم یہ پہاڑ اٹھا کر ان کی آبادی پر پھینک دو۔ لیکن آپ کی اجازت درکار ہے۔ حضور نے جواب فرشتے کو نہیں دیا۔ ہاتھ بارگاہ الوہیت میں اٹھ گئے۔ اَللّٰھُمَّ اِھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَعْلَمُوْنَ او کما قال رسول اللہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یا اللہ میری قوم کو ہدایت عطا کر یہ تیرے حبیب کو نہیں مار رہے یہ پہچانتے نہیں کہ یہ بندہ تیرا محبوب ہے۔ یہ اپنے ایک قریشی بھائی کو مار رہے ہیں تیرے حبیب کو تو نہیں مار رہے۔ اگر اس بات کو پا جائیں کہ یہ تیرا محبوب ہے تو قدموں میں بک جائیں۔ انہیں یہ شعور ہی نہیں۔ انہیں یہ شعور عطا کر پہچان تو سکیں۔ پھر گستاخی کریں تو انہیں سزا دیجیے گا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اَشَدُّ النَّاسِ بَلَاءً الْاَنْبِیَاءُ ثُمَّ الْاَمْثَلَ فَا لْاَمْثَل سب سے زیادہ مصیبتیں انبیاء پر آتی ہیں، پھر جو ان سے قریب تر ہوتے ہیں، پھر جو ان سے قریب تر ہوتے ہیں۔ لیکن یہ ساری مصیبتیں ظاہراً ہوتی ہیں ان کے اندر اُن کے ترقی درجات اور قرب الٰہی کے منازل پنہاں ہوتے ہیں۔ وہ اس سے لذت لے رہے ہوتے ہیں۔ بندہ ظاہراً وہ حالات بدن کے دیکھ رہا ہوتا ہے اور وہ اپنی روح کے مقامات کو دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ انہیں تکلیف نہیں ہوتی۔ اور پھر یہ تو ان کے معاملات ہیں جن کے مقامات اس درجے کو پہنچے۔ ماد شما کو کیا تکلیف آئے گی، ہماری حیثیت کیا ہے، کیا پدی کیا پدی کا شوربہ، مچھر پر کون پتھر برسائے گا اور مچھروں کو کون توپ خانے سے مارے گا، مچھر پر کون گولی برسائے گا؟ ہماری حیثیت بھی مچھر جیسی ہے ہم پر کیا مصائب آئیں گے سو فرمایا: وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا ۝ جس کو اللہ کا تقویٰ نصیب ہو جائے اللہ اس کے لیے راہیں کھول دیتے ہیں مخرج بنا

دیتے ہیں۔ مسائل سے نکلنے کا راستہ بنا دیتے ہیں۔ یہ ساری زندگی ہم جو مسائل سے نکلنے کی راہیں تلاش کرتے رہتے ہیں اس کا آسان نسخہ کیا تقویٰ نہیں ہے؟ اس سے چٹھی لکھواؤ، اس کو فون کرو اس کی منت کرو، اُسے رشوت دو، وہاں سے سفارش کراؤ۔ ان ساری مصیبتوں سے بندہ چھوٹ جائے اگر ایک اللہ کا دروازہ تھام لے۔ اپنے حبیب نبی کریم ﷺ کا دامن تھام لے۔ خود بخود راہیں کھل جائیں گی۔ وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ اور ہر نعمت اُسے اس طرح پہنچاتا ہے کہ اس کے گمان میں بھی نہیں ہوتا کہ مجھے یہ نعمت بھی ملے گی مجھے یہ انعام بھی ملے گا۔ یہ دولت بھی نصیب ہوگی۔ مجھے کہاں سے ملے گی، کب ملے گی یہ سب اس کا اپنا کام ہے اس تک پہنچا دیتا ہے۔ وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ وہاں وہاں سے اُسے دولتیں پہنچاتا ہے، نعمتیں پہنچاتا ہے جس کا اُسے گمان بھی نہیں ہوتا۔ وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ جو اللہ پر بھروسہ کر لیتا ہے پھر اللہ اس کو کافی ہے پھر وہ ہر کام سے آزاد ہو جاتا ہے۔ پھر اس کے سارے کام اللہ کرتا ہے۔ اور اللہ کون ہے؟ اِنَّ اللّٰہَ بَالِغُ اَمْرِہٖ اللہ جو چاہتا ہے کر سکتا ہے۔ اُسے کسی سے پوچھنے کی، کسی کی مدد کی کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں۔ قَدْ جَعَلَ اللّٰہُ لِکُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا ۝ اللہ کریم نے ہر چیز کا اندازہ مقرر فرما رکھا ہے۔ یہ نہیں کہ آپ عمل کرو گے پھر وہ رپورٹ جائے گی پھر اللہ کریم سوچیں گے پھر فیصلہ ہوگا۔ نہیں۔ تمہارے پیدا کرنے سے پہلے اُسے علم تھا کہ تم کیا کرو گے، تمہیں اختیار دینے سے پہلے وہ یہ جانتا تھا کہ اس اختیار کو تم کہاں استعمال کرو گے۔ جو صحیح استعمال کرتے ہیں ان کے لیے انعامات مقرر کر رکھے ہیں۔ جو غلط استعمال کرتے ہیں اُن کی سزائیں بھی طے ہو چکی ہیں۔ نہ وہ انعامات سے محروم رہ سکتے ہیں نہ وہ سزاؤں سے بچ سکتے ہیں۔

الحمد للہ! اللہ کریم نے بہت بڑا انعام فرمایا۔ اس عہد میں اس عہد خرابی میں جبکہ ہر شعبہ زندگی میں بگاڑ آ چکا ہے۔ اس خراب گاہ

عالم میں اس نے شیخ کامل کا دامن نصیب فرمایا۔ الحمدللہ۔ ان سے استفادہ کی توفیق بخشی۔ الحمدللہ! اس نعمت کو آگے بانٹنے کی توفیق عطا فرمائی الحمدللہ۔ لیکن یہاں رسمی پیری مریدی نہیں ہے کہ مرید جمع ہوئے بڑا جلسہ ہوگیا۔ انہوں نے چندے دیے بڑے پیسے جمع ہوگئے۔ پیر صاحب نے جنت لٹا دی۔ نہ پیر صاحب کا کچھ بگڑا نہ مریدوں کا کچھ بگڑا۔ جیسے آئے تھے ویسے واپس گھر چلے گئے۔ جہاں سے آئے تھے ویسے واپس وہیں پہنچ گئے، زندگی میں تبدیلی کوئی نہیں آئی، فکر میں کردار میں، کردار نہیں بدلا تو یہ اپنے آپ کے ساتھ دھوکہ ہے۔ میں کہہ دوں کہ جس نے سارا اجتماع گذارا وہ جنتی ہے جس نے ایک ہفتہ گذارا وہ آدھا جنتی ہے۔ یہ ساری فضول باتیں ہیں۔ کوئی ایک لمحے میں سارا بدل گیا وہ سب کچھ پا گیا، کوئی برسوں میں اپنے آپ کو نہیں بدل سکا تو اُن برسوں کا کچھ حاصل نہیں۔ بڑی فکر ہوتی ہے ساتھیوں کو مراقبات اور منازل کی کہ مجھے بتائیں میں کہاں ہوں۔ ہم نے کسی کو نہیں بتانا آپ نے اپنے کردار کو دیکھ کر اندازہ لگانا ہے میں کہاں ہوں، ہر بات منہ سے نکالتے وقت، ہر کام کی طرف ہاتھ بڑھاتے وقت۔ اگر یہ خیال آجاتا ہے کہ کام ایسا نہ کروں جس سے اللہ اور اللہ کا نبی ﷺ خفا ہوجائیں تو آپ منزل پا گئے۔ اور اگر یہ اندیشہ نہیں ہے تقویٰ نصیب نہیں ہوا تو بھئی زور لگاؤ محنت کرو کوشش کرو ابھی کام نہیں ہوا۔ پھر اس کا نصیب ہونا ایک بات ہے اور اس کو قائم رکھنا دوسری۔

جب اللہ کی معرفت سے محروم لوگوں پر، نورِ ایمان سے خارج لوگوں پر موت آتی ہے تو فرشتے آکر جھنجھوڑتے ہیں، دیکھتے ہیں سارے وجود میں کفر کی بدبو پھیل گئی ہے اسے کہاں سے ہاتھ لگائیں۔ وہ کہتے ہیں فِيمَ كُنتُمْ کیا کرتے رہے ہو؟ کہاں دھکے کھاتے رہے ہو؟ تمہارے بدن کو تو انگلی لگانے کو دل نہیں کرتا تم تو ایک مردار کی طرح سے پہلے سے ہی متعفن ہو کیا کرتے رہے ہو؟ کہاں رہے ہو؟ فِيمَ كُنتُمْ کس بات میں مگن رہے ہو؟ کہاں عمر ضائع کر دی؟ وہ کہتے ہیں فِيمَ كُنتُمْ كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ ہم تو غریب سے لوگ تھے جس طرح کا معاشرہ تھا اس میں بستے رہے۔ جو بڑے بڑے لوگ کرتے تھے ان کے پیچھے چلتے رہے۔ مارے گئے۔ فرشتے کہتے ہیں أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً. اللہ کی زمین وسیع نہیں تھی؟ اگر یہاں جابر یا بدکار یا ڈاکو تمہیں مجبور کرتے تھے تو چھوڑ دیتے۔ آج دنیا چھوڑ کر جا رہے ہو تو اللہ کی اطاعت کے لئے شہر نہیں چھوڑ سکتے تھے۔ چھوڑ دیتے چلے جاتے وہاں چلے جاتے جہاں اللہ کے بندے ہوتے جہاں نیکی ہوتی۔ جہاں تمہیں نیکی اور اصلاح کا موقع ملتا اب کیا فائدہ؟ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ. اُن کے مونہوں پر بھی مارتے ہیں، پشتوں پر بھی مارتے ہیں کہ نکالو اس خبیث روح کو جو چھپتی ہے بدن میں ادھر بھاگتی ہے اُدھر بھاگتی ہے۔ مرنے والا تڑپ رہا ہوتا ہے کبھی ٹانگ کبھی بازو ہلاتا ہے۔ روح بھاگ رہی ہوتی ہے فرشتے مار رہے ہوتے ہیں۔ یہ بھی موت کا ایک منظر ہے۔

کچھ لوگوں پر موت آتی ہے تو قبل از مرگ اُن کی ارواح اپنی حیثیت کے مطابق کوئی بارگاہ رسالت میں بیٹھا ہوتا ہے اور کوئی بارگاہ الٰہی میں۔ ملک الموت آتا ہے تو بدن کا رشتہ وجود سے منقطع کر دیتا ہے اس سے آگے اس کا کوئی کام نہیں۔ زندگی گذار کر یہ بھی مر گئے۔ زندگی گزار کر وہ بھی مر گئے۔ اِسی آب و گل کے جہان میں، انہی فضاؤں میں اسی ماحول میں، جس کا ہم گلہ کرتے ہیں کہ جی ماحول ایسا ہے، لوگ ایسے ہیں حکومت ایسی ہے حالات ایسے ہیں۔ انہی حالات میں انہی حکومتوں میں اسی ماحول میں وہ بھی بسر کر گئے ہیں۔ کتنا فرق ہوتا ہے موت میں۔ میں نے غالباً حضرت جی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال کا قصہ ارشاد السالکین میں میں نے ایک حد تک لکھا تھا جہاں تک مجھے یاد ہے۔ میں اسلام آباد سے واپس آگیا تھا میں یہاں گھر میں تھا۔ مغرب کی

نماز کے بعد طبیعت مضمحل ہونے لگی میں چارپائی پر لیٹ گیا۔ استغراق ہوگیا۔ استغراق ایک ایسی کیفیت ہوتی ہے کہ آپ مردے کی طرح ہوجاتے ہیں لیکن آپ جاگ رہے ہوتے ہیں۔ کوئی حرکت ہوتی ہے آپ سن رہے ہوتے ہیں۔ کوئی بات ہوتی ہے آپ سنتے ہیں لیکن نہ جواب دے سکتے ہیں نہ حرکت کر سکتے ہیں آپ کی توجہ کہیں اور ہوتی ہے۔ بدن جاگ بھی رہا ہوتا ہے لیکن دنیا سے ایک طرح سے بے تعلق ہوتا ہے۔ ہم بھی وہیں موجود تھے۔ میں نے وصال شیخ کو دیکھا۔ ٹیلی فون آیا ٹیلی فون پر اطلاع آئی حضرت کا وصال ہوگیا ہے۔ میرے اردگرد باتیں ہو رہی تھیں حضرت کا وصال ہوگیا۔ سن رہا تھا لیکن میں الحمدللہ وہاں تھا۔ بے حس وحرکت، ساکت وجود چارپائی پر پڑا تھا۔ بدن کو ہوش نہیں تھا لیکن روح وہاں پہنچی ہوئی تھی اِک تجلی نور تھی اور اللہ کا بندہ تھا۔ یہ لوگ بھی تو انہیں فضاؤں میں جیتے ہیں جنہیں اس اہتمام سے رخصت کیا جاتا ہے کہ اُن کے جاننے والوں کو بھی بلایا جاتا ہے کہ آؤ دیکھو۔ تو میاں یہ آنا جانا، یہ رہنا رہنا بھی نہیں ہے۔ یہاں درد دل ملتا ہے جسے نصیب ہوگیا وہ کامیاب ہوگیا جسے نصیب نہیں تو اس کی پکنک ہوگئی۔ اپنا اندازہ کرنا ہے تو اپنے آپ سے پوچھیے، اپنے کردار سے پوچھیے، اپنے نظریات سے پوچھیے۔ جہاں تک ہمارا تعلق ہے تو میں آپ پر احسان نہیں کرتا میری یہ نوکری ہے۔ میری یہ ذمہ داری ہے۔ مجھے اس خدمت پر مامور فرمایا گیا ہے۔ آپ کی نسبت میری توجہ اس بارگاہ کی طرف زیادہ ہوتی ہے جہاں سے میری یہ ذمہ داری لگی ہے۔ میں آپ پر احسان نہیں کرتا۔ دن بھر مصروف رہتا ہوں یا راتوں کو جاگتا ہوں تو کسی پر احسان نہیں۔ یہ میری ذمہ داری ہے اور برابر ہے میرے لیے بادشاہ آجائے جرنیل آجائے، تاجر آجائے کروڑپتی آجائے یا فقیر ودرویش محتاج آجائے۔ میرے پاس آنے والا طالب حق ہے نہ وہ بادشاہ ہے نہ تاجر ہے نہ امیر ہے نہ فقیر۔ طلب حق میں آتا ہے، حق کو پاتا ہے۔ جس کی طلب خالص نہیں آتا ہے کھانا کھا کے وہ بھی چلا جاتا ہے۔ ہمیں اس سے کیا۔ لوگ سادہ ہیں چھوٹی چھوٹی خواہشات لے کر آجاتے ہیں۔ میرا دنیا کا وہ کام ہوجائے، یہ کام ہوجائے، چھوٹی چھوٹی خواہشیں ہوتی ہیں چھوٹی چھوٹی آرزوئیں۔ بچہ ملازم ہوجائے اور فلاں کام ہوجائے اور یہ ہوجائے وہ ہوجائے۔ لیکن میاں ان کی لوگوں کی مثال اہل اللہ بیان کرتے ہیں کہ جو کسی اللہ کے بندے کے پاس دنیاوی خواہشات لے کر جاتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی جوہری ہیرے بیچنے والے کے پاس جائے اور وہاں جا کر اس سے کہے کہ مجھے دو گاجریں دلا دو مجھے اتنا سا پیاز دلا دو مجھے تھوڑا سا دھنیا دلا دو۔ ارے وہاں جواہرات بک رہے ہیں تو وہاں گاجریں ڈھونڈتا پھرتا ہے۔ اگر تجھے چھوٹا سا بھی ہیرا مل گیا تو گاجریں کیا تو شاید اس سے دنیا کی بہت سی نعمتیں خرید سکے۔ تو جوہری کی دکان سے پرچون اور پنسار کا پوچھنا کیا معنی رکھتا ہے؟ مل سکتا ہے تو کوئی ہیرا اٹھاؤ۔ جب تمہارے پاس ہیرا ہوگا تو اس میں اتنی قوت ہوگی یَتَّقِ اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَّہٗ مَخۡرَجًا ۝ جسے تقویٰ نصیب ہوگیا اس کے لیے ساری راہیں کھل جائیں گی۔ یہ مسائل بھی حل ہوجائیں گے ان سے نکلنے کی راہ بھی بن جائے گی۔ مصیبتیں بھی بھگت جائیں گی، آرام بھی آجائے گا تقویٰ حاصل کرنا ہی ایک نسخہ ہے جو ہر مرض کی دوا ہے وہ حاصل کر۔

یہ وقت وقت کی بات ہوتی ہے۔ اللہ کا احسان ہے ہمیں ایک عظیم المرتبت شیخ کی صحبت نصیب ہوگئی ورنہ لوگوں نے دنیا میں سفر کئے عمریں بسر کردیں۔ پھر ہم نے تو موج کی۔ کوئی دنیا کی تکلیف نہیں دیکھی کچھ مشقت نہیں اٹھائی۔ آرام ہی آرام پاتے رہے۔ جب ہم حضرت جی کے ساتھ ذکر کرتے تھے تو جسے مشاہدات ہوتے تھے برزخ تک رسائی ہوتی تو حضرت کے گھر کے پاس تھوڑے سے مکانات ہیں پھر گاؤں ختم ہوجاتا ہے اس کے بعد ایک ڈھیری سی ہے اس پر قبرستان ہے۔ اس میں ایک بزرگ کی قبر

ہے، اس کے گرد کچی سی دیوار ہے کچی قبر ہے۔ اُسے مقامی لوگ کہتے ہیں ڈھیری والا فقیر۔ جن ساتھیوں کو مشاہدات ہوتے تو حضرت اُن کو کہتے کہ چلو ڈھیری والے فقیر سے تمہاری بات کرائیں کہ تمہیں برزخ کی زبان سکھائیں کہ برزخ میں بات کس طرح کی جاتی ہے۔ دنیا میں تو کتنی زبانیں ہیں، کسی کی اردو ہے کسی کی انگریزی ہے کسی کی ہندی ہے کسی کی پشتو ہے کسی کی سندھی ہے۔ عربی ہے کسی کی کوئی ہے کسی کی کوئی ہے۔ برزخ میں ایک ہی زبان ہے اور سارے ایک زبان بولتے ہیں سننے والے کو آنی چاہیے۔ تو حضرت فرماتے تھے یہ بزرگ جو ہیں یہ تلہ گنگ شہر کے رہنے والے ہیں یہ پیدل سفر کر کے اس تلاش میں دہلی تک گئے تھے وہاں انہیں کوئی بزرگ ملا سولہ سال یہ اس کے پاس رہ کر اللہ اللہ کرتے رہے اور انہیں فنافی الرسول نصیب ہوا۔ سولہ سال بعد انہوں نے انہیں اجازت دے دی کہ اب اس سے آگے میں تمہیں نہیں لے کر جا سکتا تم نے اپنا لے لیا اب یہاں سے چلے جاؤ لیکن واپس اپنے گھر نہ جانا اپنے علاقے میں نہ جانا ضائع کر بیٹھو گے۔ کیونکہ بندہ جب واپس جاتا ہے تو وہ ماحول وہ معاشرہ وہ رشتہ داریاں وہ مسائل اُسے پھر اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں۔ یوں وہ پھرتے رہے اور یہاں اُن کا وصال ہوا اور یہاں دفن ہو گئے۔ تو میں نے عرض کی حضرت اگر یہ بات اتنی ہی مشکل ہے تو ہم تو باز آئے محبت سے یہ ہمارے بس کا کام نہیں ہے۔ ہمارے لیے آپ کی محبت، آپ کی زیارت، آپ سے تعلق کافی ہے۔ تو ہم اس میں نہیں آتے۔ تو بڑے ہنسے فرمانے لگے تم ضرور کرو کہ تم فقیری بھی کرو گے اور بادشاہی بھی کرو گے۔ ان الفاظ کو پچاس برس بیت گئے، نصف صدی گذر گئی۔ اللہ کریم نے بے پناہ نعمتیں دی ہیں۔ اللہ کریم کا احسان ہے۔ تو میرے بھائی یہ سارا افسانہ سنانے سے غرض یہ ہے کہ اپنے آپ کو تلاش کرو۔ اپنے آپ کو پاؤ۔ اپنے آپ کو تقویٰ الٰہی کی حالت میں لے آو۔ آگے سارے مسئلے حل ہوتے رہیں گے۔ اگر نجات چاہتے ہو دنیا کی مصیبتوں سے یا نجات چاہتے ہو موت کی مصیبتوں سے، نجات چاہتے ہو برزخ کی مصیبت سے اگر نجات چاہتے ہو آخرت کی مصیبت سے تو یہی ایک راستہ ہے اور اس کا طریقہ ہے۔ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ تم میرا اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔ جب اللہ تم سے محبت کرے گا تمہارے دل میں محبت الٰہی پیدا ہوگی۔ جب یہ رشتہ بنے گا تقویٰ نصیب ہو جائے گا۔ جب تقویٰ نصیب ہو جائے گا ساری راہیں اللہ کھولتا چلا جائے گا۔ رزق عطا کرے گا جہاں سے تمہارا گمان بھی نہیں۔ دنیا کی نعمتیں بھی اس کا رزق ہیں آخرت کی نعمتیں بھی اس کا رزق ہے شیخ کامل بھی اس کا رزق ہے۔ توفیق ذکر بھی اس کا رزق ہے۔ اللہ کے بندوں کے ساتھ بیٹھنے کا لمحہ دینا بھی اس کا رزق ہے۔ ہر چیز اس کا رزق ہے۔ ہر شے مرزوق ہے وہ رازق ہے۔ فرمایا سارے مسئلے حل ہو جائیں گے سیدھا ساحل ہے لیکن میرے بھائی کسی دوسرے کے فیصلے نہ کرو وہ ایسا ہے وہ ایسا ہے۔ اپنے کو تلاش کرو خود کو دیکھو کہ میں کیسا ہوں۔ اگر میں آیا تو میں نے کیا پایا۔ جب آیا تو دل کا حال کیا تھا۔ اب جا رہا ہوں تو دل کا حال کیا ہے۔ کتنی مثبت تبدیلی آئی۔ کیا کمی ہے جو کمی ہے جو کوتاہی ہے اُسے پھر دور کیا جائے۔ اللہ کریم سے دعا کرو بطفیل نبی حبیب ﷺ دعا کرو۔ اللہ سے اس کی محبت مانگو۔ اللہ سے محبت کرنا سیکھو۔ یہی منزل ہے۔ اور یہی ہمارا معیار ہے اور اسی پر اپنے آپ کو پرکھو۔ یہ جو سمی باتیں ہیں کہ مرید جمع ہوئے نعتیں پڑھی گئیں۔ شعر و شاعری ہوئی نعرے لگے واہ واہ ہوا۔ چندے دیے لنگر کا خرچہ دیا۔ کھایا پیا چلے گئے۔ دلوں کو بدلنے کی بات کرو۔ لنگر میں اللہ کی راہ میں دیا جاتا ہے۔ کوئی دے، اُسے توفیق ہو، ٹھیک ہے۔ جو نہ دے اس کا بھی اتنا ہی حق ہے۔ لنگر پر اس کا بھی اتنا ہی حق ہے جس کے پاس دینے کو کچھ بھی نہیں ہے۔ جو بہت دیتا ہے حق اس کا بھی اتنا ہی ہے۔ سب معاملہ اللہ کے ساتھ ہے۔ اپنا معاملہ خود تلاش کرو

اپنا فیصلہ خود کرو۔ ہمارے لیے یہ سعادت ہے کہ ہم صمیم قلب سے خلوص دل سے ہر آنے والے کے ساتھ محنت کرتے ہیں الحمدللہ۔ ہر جانے والے کو دعا دیتے ہیں کہ اللہ اسے کامیاب کرے۔ ظرف اپنا اپنا ہے۔ شیخ کے ساتھ ہوتے ہوئے کیفیات کچھ اور ہوتی ہیں۔ جب دنیا سے جانا ہوتا ہے تو کیفیات کچھ اور ہوتی ہیں۔ اُن کا خیال کرو۔ یہ مثال ایسی ہوتی ہے جیسے بندہ دریا میں ہو تو دور تک اس کے گرد پانی ہی پانی ہوتا ہے۔ دریا بہہ رہا ہوتا ہے۔ لیکن جب کنارے پر پہنچتا ہے اور باہر کنارے پر نکلتا ہے تو اس کے پاس پانی وہی ہوتا ہے جو اس کے دامن میں سما جائے۔ دریا اس کے ساتھ کناروں کے باہر نہیں جاتا۔ اس وقت کو دیکھو جب موت آئے گی میں اس دریا سے نکلوں گا تو میرے دامن میں کتنا ہوگا کیا ہوگا۔ شیخ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تو جہاں جہاں روح چلی جائے جو شیخ کہہ دے ہوتا جاتا ہے چلتا جاتا ہے۔ لیکن روح اُن مقامات کو اپنے دامن میں بھی سمولے کہ جب موت آئے جب اگلا کنارہ آئے دریا سے پار اترے تو اتنی تراوٹ تو اس کے دامن میں ہو جو اس کی ضرورت کو کافی ہو۔ اور اگر دامن ہی پھٹ چکا ہو تو پھر باہر نکلے گا تو پاس کیا ہوگا۔ اپنا دامن وسیع کرو۔ یہ ایسی بارگاہ ہے کہ جہاں بندے میں جتنا خلوص ہو اس کے دامن کو اتنی وسعت بھی دے دی جاتی ہے۔

تو ہی نادان چند کلیوں پر قناعت کر گیا
ورنہ گلشن میں علاج تنگی داماں بھی ہے۔

یہ صرف پھول ہی نہیں دیتے یہ دامن کو بڑھانے کی دوا بھی کرتے ہیں۔ دامن وسیع کر دیتے ہیں تم مانگنے کا طریقہ تو سیکھو۔ دعا کرو سب ضرور اپنے لیے بھی کرو اپنی ضروریات کے لیے بھی کرو اور تمام حاضر و غائب احباب کے لیے بھی کرو۔ الحمدللہ! یہ اللہ کریم کا احسان ہے کہ یہ حق کے طالب اور اللہ کریم کے دیوانے اس وقت روئے زمین میں ہیں۔ دنیا کے ہر براعظم، دنیا کے ہر ملک میں موجود ہیں۔ کہاں کہاں سے رات کے ذکر میں شامل ہوتے ہیں۔ سب کے لیے دعا کرو۔ لوگ اپنے اپنے کام کو آتے ہیں۔ کچھ اللہ اللہ کرنے آتے ہیں۔ کچھ لوگ اس لیے آجاتے ہیں کہ وہاں پر بڑے لوگ ہوتے ہیں ان سے تعلقات بنائیں گے دنیا میں کام ہو جائے گا۔ کچھ لوگ اس غرض سے بھی آجاتے ہیں کہ بہت سے لوگ ہوں گے بھیڑ ہوگی ان کی جیبیں کاٹ لیتے ہیں۔ میں نے سیکورٹی والوں سے بھی گذارش کی تھی۔ انہوں نے جیب تراش پکڑے بھی اور نکالا بھی۔ پھر بھی میری گذارش ہے کہ جب آپ نکلنے لگیں تو رش نہ بنائیں۔ آرام سے نکلیں احتیاط سے نکلیں۔ صرف چوروں کو روکنے کا کام نہیں ہوتا اپنی چیزیں خود سنبھالنا چاہیے۔ آپ خود بھی دھیان رکھیں کہ کوئی آپ کی جیب نہ کاٹ لے۔ جہاں تک انسانی بس کی بات ہے تو ہم نے پوری کوشش کی ہے۔ سیکورٹی والوں کو بھی الرٹ کیا ہے ڈیوٹی پر بھی ہیں۔ کچھ ایسے لوگ پکڑے بھی گئے جو جیب تراشی کے لیے آئے تھے۔ یہاں سے نکالے بھی گئے۔ اب کیا ان کے ساتھ الجھے رہتے ہم نے یہاں سے رخصت کر دیے لیکن شاید پھر بھی کوئی سیکورٹی والوں کی نظر سے بچ گیا ہو تو آپ سب سے گذارش ہے کہ اپنا دھیان خود بھی رکھنا۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ. اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَاتَقْتُلْنَا بِغَضَبِکَ وَلَا تُھْلِکْنَا بِعَذَابِکَ وَاعْفُ عَنَّا قَبْلَ ذَالِکَ. اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَاتُسَلِّطْ عَلَیْنَا مَنْ لَّایَرْحَمُنَا. اَنتَ وَلِیُّنَا فِیْ سَفَرِنَا وَ حَضَرِنَا وَ فِی مَالِنَا وَاَھْلِنَا. اَنْتَ وَلِیُّنَا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ. تَوَفَّنَا مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنَا بِالصّٰلِحِیْنَ.

اے اللہ ہم جیسے بھی ہیں ہم جو بھی ہیں اگر ہم صحیح مقصد لے کر

نہیں آئے تو تو اُسے صحیح کر دے۔ اگر ہم دنیا کی طلب میں آئے ہیں تو ہمیں دین کا طالب بنا۔ یا اللہ ہم کمزور ہیں بے بس ہیں۔ اللہ ہم تیری عظمت سے ناآشنا لوگ جاہل لوگ ہیں تیرے حبیب کی عظمت سے ناآشنا ہم کیا قدر کریں تو ہمیں قدر سکھا تو ہمیں وہ علم عطا کر دے کہ ہم اپنی حیثیت کے مطابق تو تیری عظمت کو پا سکیں۔ ہمیں وہ دل عطا کر جو تیرے نبی کی محبت کا عہد کرے۔ ہمیں وہ سینے عطا کر جن میں تیری یاد کو بسا سکیں۔ یا اللہ ہمارا آنا جانا اگر خلوص کے ساتھ نہیں تھا تو تو اسے کھرا کر دے۔ ہم تیرے نیک بندوں کی نقالی تو کر رہے ہیں تو ہمیں واقعی نیک بنا دے۔ ہم تیرے چاہنے والوں کا حلیہ بنائے بیٹھے ہیں تو ہمیں اپنے چاہنے والا بنا دے۔ ہم بے بس و مجبور ہیں اللہ تو قادر ہے تو جو چاہے کر سکتا ہے۔ ہمیں خلوص عطا کر دے۔ اپنی طلب عطا کر دے۔ اپنے حبیب ﷺ کی محبت عطا کر دے۔ اپنے پیارے بندوں کی محبت عطا کر دے۔ اپنا عشق عطا کر اپنے پیاروں کا عشق عطا کر۔ یا اللہ ایمان کے ساتھ زندہ رکھ۔ اپنی محبت اپنے محبوب کی محبت میں زندہ رکھ۔ یا اللہ موت کی گھڑی ہم سے یہ نعمت چھین نہ سکے۔ برزخ و آخرت میں یہ طلب صادق قائم رہے۔ اللہ کریم تو ہر چیز پر قادر ہے۔ ہم مجبور و بے بس کمزور لوگ ہیں ہم تیری معرفت کے علوم سے ناآشنا ہیں ہم تیرے نبی پاک کے دین کو سمجھنے کی اہلیت نہیں رکھتے۔ ہم نمازیں پڑھتے ہیں تو نقل کرتے ہیں روزے رکھتے ہیں تو نقل کرتے ہیں۔ ذکر کرتے ہیں تو نقل کرتے ہیں۔ ہم میں وہ بات نہیں ہے تو ہمارے دلوں میں وہ بات پیدا کر دے۔ تو ہماری نقل کو قبول فرما اسے اصل بنا دے۔ یا اللہ تمام آنے والوں کو مثبت تبدیلی عطا فرما۔ عقائد کی اصلاح عطا فرما۔ اعمال کی اصلاح عطا فرما۔ اپنے در سے وابستہ کر دے۔ اپنے حبیب کی غلامی میں دے دے۔ اسی میں زندگی بسر ہو اسی میں موت آئے اور اسی پر حشر ہو۔ یا اللہ تو قادر ہے، عظیم ہے، ستّار العیوب ہے، غفّار الذّنوب ہے۔ تو سب جانتا ہے ہم تجھے کیا بتائیں جو ہماری ناقص سمجھ میں آتی ہیں ہم وہ دعا مانگتے ہیں یا اللہ جن کا ہمیں پتہ ہی نہیں یا اللہ تو وہ بھی پوری کر دے۔ تو ہماری ضرورتوں سے آگاہ ہے ہم خود اپنی ضرورتیں نہیں جانتے۔ جو مانگتے ہیں وہ بھی دینے پر قادر ہے جس کا ہمیں پتہ ہی نہیں تو وہ بھی دینے پر قادر ہے۔ یا اللہ اپنے سوا کسی کا محتاج نہ کر۔ اپنے حبیب کے سوا کسی کی پیروی اور نقل کی توفیق نہ دے۔ اپنے لیے زندہ رکھ۔ اپنے حبیب کی غلامی میں زندہ رکھ اسی پر موت آئے انہی لوگوں کے ساتھ اٹھانا۔ اَللّٰھُمَّ انْصُرِ الْاِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِیْن. اَللّٰھُمَّ اَیِّدِ الْاِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِیْن. اَللّٰھُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِیْن. اللہ کریم مسلمانوں کو عالم اسلام کو سلامتی اور بقا عطا فرما۔ مسلمانوں کے اس عظیم ملک کو ہمیشہ سلامت رکھ۔ اس پر انصاف کی حکومت قائم فرما۔ امن و امان عطا فرما۔ نیکی و تقویٰ نصیب فرما۔ اے اللہ یہ غزوہ الہند کا میدان ہے اس کی نگہبانی فرما۔ ہمیں ان لوگوں میں رکھنا جو مجاہد اسلام ہوں۔ حق کے طالب ہوں اور جو باطل کے سامنے ڈٹ جانے والے ہوں۔ توفیق عمل عطا کر۔ ہمیں بخش دے۔ ہمارے والدین، ہمارے اساتذہ کو بخش دے۔ ہماری اولادوں، بہن بھائیوں، ملنے جلنے والوں کو بخش دے۔ ہر آنے والے، ہر جانے والے پر رحم فرما۔ اللہ محتاجوں کی احتیاج دور فرما۔ اپنے سوا کسی کا محتاج نہ کر۔ بیماروں کو شفا عطا کر۔ قرض داروں کو خلاصی نصیب کر۔ مجبور و بے بس غریب لوگوں کی دستگیری فرما۔ انہیں عادل کی حکومت عطا فرما۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَ لَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَالَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَ اغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَo وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ. بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ.

روحانی بیعت پر معترض

ایک شخص کے اعتراض کا جواب

نوید اشرف واہ کینٹ

محترم! آپ نے دو باتوں کو خلاف شرع بتایا ہے

۱۔ روحانی بیعت اور رسول کریم ﷺ سے مریدوں کی ملاقات کرنے کا دعویٰ

۲۔ قبر بیٹھ کر صاحب قبر سے ہدایات لینے اور استفادہ کرنے کا دعویٰ

شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ مولانا اکرم اعوان نے کبھی بھی مریدوں کی جناب رسول کریم ﷺ سے ملاقات کرانے کا دعویٰ نہیں کیا یہ آپ کے تحقیقی ذرائع کی غلطی ہے یا آپ کی کذب بیانی اللہ کریم بہتر جانتے ہیں۔ تصوف وسلوک کے منازل میں فنافی الرسول ایک مقام ہے جہاں پر نبی کریم ﷺ کے دستِ اقدس پر روحانی بیعت ہوتی ہے اور سالک راہِ سلوک کا سفر طے کرنا شروع کرتا ہے۔ لیکن یہ بیعت اس عالم آب وگل کی بیعت نہیں۔ مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ فرماتے ہیں۔

''مراقبہ اور یکسوئی کی مشق سے یہ بھی ممکن ہے کہ اس مراقبہ میں نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوجائے اور اسی حالت میں بیعت سے بھی مشرف ہوجائے۔ مگر اس بیعت کا وہ حال وحکم نہیں جو حضور ﷺ کی حیات طیبہ میں بیعت کا حکم ہے۔''

(فتاویٰ محمودیہ ج4 ص380)

''یہ بیعت اس عالم کی بیعت نہیں ہوگی اور نہ اسکی اجازت اس عالم کی ہوگی نہ اس پر وہ ثمرات مرتب ہوں گے جو اس عالم کی بیعت پر ہوتے ہیں۔'' (جامع الفتاویٰ)

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں ''سید احمد رفاعی جب مزار شریف پر حاضر ہوئے عرض کیا ''السلام علیک یا جدی''، جواب مسموع ہوا ''وعلیک السلام یا ولدی''، اس پر انکو وجد ہوا اور بے اختیار شعر زبان پر جاری ہوئے بس فوراً قبر شریف سے ایک منور ہاتھ جس کے روبرو آفتاب بھی ماند تھا باہر نکلا انہوں نے بے ساختہ دوڑ کر اس کا بوسہ لیا اور وہاں ہی گر گئے۔''(اشرف الجواب ص155)

علامہ محمود آلوسی اپنی شہرہ آفاق تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں۔ ''ایک شخص نے شیخ ابوالعباس المرسی سے عرض کی کہ حضور آپ اس ہاتھ سے میرے ساتھ بھی مصافحہ کریں کیونکہ آپ نے کئی اہل اللہ کی ملاقات کی ہے اور بڑے شہر پھرے ہیں۔ فرمایا میں نے اس ہاتھ سے کبھی کسی سے مصافحہ نہیں کیا جس سے رسول کریم ﷺ سے مصافحہ کیا۔''

(روح المعانی 22,36 بحوالہ عقائد وکمالات علمائے دیوبند)

یہ مصافحہ کرنا ہی روحانی بیعت کہلاتا ہے اور یہ بطور خرق عادت یا کرامت کے ہوتا ہے۔ نیز اسکے لیے کسی زندہ مرشد کامل کا ہونا بھی بہت ضروری ہے جو کہ اس فن کا ماہر ہو اور حقیقت سلوک سے آشنا ہو۔ امت محمدیہ ﷺ میں کروڑاں نفوسِ قدسیہ ایسے گزرے ہیں جو کہ بطور خرقِ عادت عالم بیداری میں بھی دیدار نبوی ﷺ سے مستفید ہوتے رہیں ہیں اور آج بھی ہو رہے ہیں الحمدللہ۔ خرقِ عادت یا کرامت کو خلاف شرع یا بدعتِ قبیح کہنا بہت ہمت اور حوصلے کی بات ہے۔ حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں ''کرامت خرق عادت کا نام ہے اس میں کوئی تردد کی بات ہیں

اس کا انکار گناہ ہے کہ انکار کرامت کا ہوتا ہے اور کرامت کا حق عقیدہ اجماع اہلِ سنت کا ہے۔"

(فتاویٰ رشیدیہ ص246)

"عالم بیداری میں نبی کریم ﷺ کی زیارت ہونا ممکن ہے۔" (فتاویٰ دارالعلوم ذکریا ج1 ص51)

"حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ دارالعلوم دیوبند جب حج پر تشریف لے جا رہے تھے ساتھیوں سے فرمایا بھئی میں پنج لاسہ ضرور جاؤں گا اور حضرت راؤ عبداللہ شاہ کو ضرور ملوں گا، ملکر رخصت ہونے لگے تو فرمایا حضرت میرے لیے دعا فرمایئے اس پر انہوں نے فرمایا کہ بھئی تیرے لیے کیا دعا کروں میں نے اپنی آنکھوں سے دونوں جہاں کے بادشاہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے بخاری شریف پڑھتے دیکھا ہے۔"

(حکایات اولیاء حضرت تھانویؒ)

حضرت لاہوریؒ کے خلیفہ مجاز قاضی زید الحسینیؒ فرماتے ہیں "نومبر 1957 ایبٹ آباد اپنے سکونتی مکان میں شام کا کھانا کھا کر قبل از عشاء چارپائی پر لیٹا تھا کہ نینداور بیداری کی درمیانی کیفیت میں جمال رحمت دو عالم ﷺ سے مشرف ہوا آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے مضمون کو نئی ترتیب دے رہا ہوں تا کہ انبیاء کی مجلس میں پیش کرسکوں۔" (رحمت کائنات دیباچہ)

حضرت مدنیؒ فرماتے ہیں۔"ایک دن اشعار کی ایک کتاب پڑھ رہا تھا جس میں نعت رسول کریم ﷺ کا ایک مصرع 'ہاں اے حبیب رُخ سے اُٹھا دو حجاب کو' بہت بھلا محسوس ہوا۔ مسجد شریف میں حاضر ہوا اور مواجہہ شریف میں بعد ادائے اداب و کلمات مشروع انہی الفاظ کو پڑھنا اور شوقِ دیدار میں رونا شروع کیا دیر تک یہی حالت رہی جس پر یہ محسوس ہونے لگا کہ مجھ میں اور جناب رسول ﷺ میں کچھ حجاب جالیوں اور دیوار وغیرہ کا نہیں اور آپ ﷺ کرسی پر سامنے بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ ﷺ کا چہرہ مبارک سامنے ہے اور چمک رہا ہے۔" (نقشِ حیات ج1 ص107)

بے شمار واقعات اس ضمن میں پیش کیے جا سکتے ہیں زیارت رسول ﷺ اور فیوضات رسول ﷺ اہل اللہ سے اس تواتر سے ثابت ہے کہ اسکا انکار امت کے اجماع کا انکار ہے چہ جائیکہ اسے غیر شرعی قرار دیا جائے۔

دوسرا غیر شرعی فعل آپ میں جو نقشبندیہ اویسیہ طریقہ کا بتایا ہے وہ ہے قبر پر بیٹھ کر صاحب قبر سے ہدایات لینا اور استفادہ کرنا، صاحب قبر سے ہدایت لینے والی بات تو میرے علم میں نہیں البتہ اگر آپکی مراد استفادہ سے فیض ہے تو یہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کا خاصہ ہے اور یہ بھی علمائے دیوبندؒ کا اجماعی عقیدہ ہے۔ عقائد علمائے دیوبند المعروف المھند علی المفند مرکزی رسالہ ہے جس پر دیوبندی مسلک کا مدار ہے۔ سوال نمبر 11 کے جواب میں لکھا ہے "بہر حال مشائخ سے روحانی فیض حاصل کرنا اور فیضِ باطنی پہنچنا انکے سینوں سے یا انکی قبروں سے صحیح ہے اس مشہور طریقے سے جو ان اولیاء اور صوفیاء میں مروج ہے اور خاص خاص بندوں کو حاصل ہوتا ہے وہ طریقہ نہیں جو عوام میں مروج ہے۔"

(المھند علی المفند)

عوام میں مروجہ طریقہ کی نفی مولانا اکرم اعوان مدظلہ کے شیخ مولانا اللہ یار خانؒ کی قلم سے کچھ اسطرح ہوتی ہے "تصوف کے لیے نہ کشف و کرامات شرط ہے نہ دنیا کے کاموں میں ترقی دلانے کا نام تصوف ہے۔ نہ مقدمات جیتنے کا نام تصوف ہے۔ نہ تعویذ گنڈوں اور جھاڑ پھونک سے بیماری دور کرنے کا نام تصوف ہے۔ نہ قبروں پر سجدہ کرنے اور ان پر چادریں چڑھانے اور چراغ جلانے کا نام تصوف ہے۔ نہ آنے والے واقعات کی خبر دینے کا نام تصوف ہے۔ نہ ہی اولیاء اللہ کو غیبی ندا کرنا، مشکل کشا، حاجت روا سمجھنا تصوف ہے۔ نہ اس میں ٹھیکہ داری ہے کہ پیر کی ایک توجہ سے مرید کی اصلاح پوری ہو جائے گی اور سلوک کی دولت بغیر مجاہدہ اور بدون اتباع سنت حاصل ہو جائے گی نہ ہی اس میں کشف والہام کا صحیح اترنا لازمی ہے۔ یہ سب چیزیں تصوف کا

لازمہ بلکہ عین تصوف سمجھی جاتی ہیں ان میں سے کسی پر تصوف اسلامی کا اطلاق نہیں ہوتا۔"

(دلائل وسلوک ص 17)

مندرجہ بالا تحریر حضرت شیخ مولانا اللہ یار رحمۃ اللہ کی حضرت مولانا اکرم اعوان مدظلہ کی زیر نگرانی شائع ہونے والے ماہانہ المرشد کے سرورق پہ سینکڑوں مرتبہ شائع ہوچکی ہے۔ البتہ فیض روحانی کی جو اصل صورت ہے وہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ میں الحمد اللہ آج بھی موجود ہے جس میں کوئی بھی امر خلاف شرع نہ ہے اور نہ ہی ہر کسی کو اس کی اجازت ہے۔ الا ماشاء اللہ

"اولیاء اللہ کی قبریں اللہ کی رحمتوں کا مورد ہوتی ہیں نیز اولیاء کو قبروں میں ایک خاص قسم کی حیات حاصل ہے جس کی وجہ سے وہ زائر کو پہچانتے ہیں اور اسکی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور سائل کی اہلیت کے مطابق کچھ روحانی فیض بھی پہنچاتے ہیں مگر یہ بات ہر ایک اہل قبر اور ہر ایک زائر کے لیے نہیں۔

(خیر الفتاویٰ ج 3 ص 208)

"ضرور مشائخ اولیاء کرام اور قبور اولیاء کرام سے فیوض باطنی اور برکات کے حاصل ہونے کا عقیدہ اہل سنت میں اتفاقی اور اجماعی ہے۔" (فتاویٰ دار العلوم دیوبند ص 139)

"پس مشائخ کی روحوں سے مدد طلب کرنا جس شخص کو روحوں کا کشف ہو جاتا ہو اس کے لیے تیسری قسم ہے،

(تیسری قسم کو جائز لکھا ہے) (جامع الفتاویٰ جلد 2 ص 182)

حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں "مزارات اولیاء سے کاملین کو فیض حاصل ہوتا ہے مگر عوام کو اسکی اجازت دینی ہرگز جائز نہیں اور تحصیل فیض کا کوئی خاص طریقہ نہیں جب جانے والا اہل ہوتا ہے تو اسکی طرف سے حسب استعداد فیضان ہوتا ہے مگر عوام میں ان امور کا بیان کرنا کفر و شرک کا دروازہ کھولنا ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ ص 245)

فتاویٰ رشیدیہ میں ہی ایک سوال کے جواب میں کہ فیض از قبور جائز ہے کہ نہیں حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں "اسکی بھی اصل ہے اسمیں کوئی حرج نہیں اگر بہ نیت خیر ہو۔"

(فتاویٰ رشیدیہ ص 77)

"مشائخ کی روحانیت سے استفادہ کرنا اور انکے سینوں اور قبروں سے باطنی فیوض پہنچنا سو بے شک صحیح ہے۔"

(فتاویٰ مظاہر العلوم ج 1 ص 418)

"احادیث سے کرامت بعد الممات اور توسل بھی ثابت ہے جو کہ تمام اکابر علماء دیوبند کا متفقہ عقیدہ ہے اور دعا بھی کر سکتے ہیں اگرچہ ہمیں اسکا علم نہیں ہوتا ان سے فیض بھی پہنچتا ہے۔ اور استفاضہ کے جو طرق مشائخ سے منقول ہیں تو ان میں ضروری ہے کہ قرآن وحدیث سے متصادم نہ ہوں۔"

(فتاویٰ فریدیہ ج 1 ص 395)

"اصحاب نسبت بزرگوں کو مشائخ واولیاء کرام کے ارواحِ طیبہ سے فیض پہنچتا ہے اور وہ اسکا ادراک بھی کرتے ہیں۔ حضرت شیخ ابوالحسن خرقانیؒ نے حضرت بایزید بسطامیؒ کی روح سے بعد از وفات اکتساب فیض کیا تھا اور پھر دوسروں تک پہنچایا تھا۔ مشائخ کے سلسلہ طیبہ میں حضرت خرقانیؒ اور حضرت بسطامیؒ کے درمیان کوئی واسطہ نہیں اگر اخذ فیض بعد الموت کو نہ مانا جائے تو سلسلہ مشائخ نقشبندیہ میں انقطاع آجائے گا اس لیے کہ بالاتفاق حضرت بایزیدؒ اور حضرت خرقانیؒ کی دنیاوی زندگی میں ملاقات نہیں ہوئی اور باتفاق جمیع مشائخ سلسلہ ہٰذ متصلہ ہے اور حضور ﷺ تک پہنچا ہوا ہے البتہ عوام الناس یا وہ خواص جو روحانی اعتبار سے کالعدم ہوں انکو ارواح مشائخ سے عادۃً کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔"

(فتاویٰ مفتی محمود ج 1 ص 180)

پاکستان میں علمائے دیوبند کی ایک بڑی جماعت جمعیت علمائے اسلام کے سابق سربراہ مفتی محمودؒ ایک اور جگہ یوں فرماتے ہیں "حصول فیض قبور اولیاء سے ہوتا ہے یہ صحیح عقیدہ ہے اس کے خلاف نہیں کرنا چاہیے البتہ موجودہ زمانہ میں زیادہ قبور اولیاء پر جن

بدعات ورسوم مشرکانہ کا صدور ہوتا ہے وہ لوگ اکثر حصول فیض کے نام سے یہ تمام بداعمالیاں کرتے ہیں حصول فیض خواص کا کام ہے عوام کا اس سے کوئی سروکار نہیں۔"

(فتاویٰ مفتی محمود ج1 ص182)

شاہ عبدالعزیز دہلویؒ سائل کے سوال کہ کوئی صاحب باطن یا صاحب کشف کسی صاحب باطن یا صاحب کشف کی قبر کے پاس مراقبہ کر کے باطن سے کچھ حاصل کرسکتا ہے یا نہیں؟ کے جواب میں فرماتے ہیں کہ حاصل کرسکتا ہے۔ (فتاویٰ عزیزی ص172)

"مولانا محمد یوسف بنوریؒ ایک نقشبندی کابلی اہل دل شیر آغا کے حلقہ ارادت میں شامل ہوگئے اور کئی ماہ تک نقشبندی طریقہ کے مطابق مراقبہ اور دیگر صوفیانہ اشغال میں مشغول رہے۔ پشاور کے ایک بزرگ حضرت عبدالغفورؒ کے مزار پر بیٹھ کر اشغال میں رہتے تھے فرماتے تھے تحدیث نعمت کے طور پر کہ میرے سات کے سات لطائف جاری ہوگئے۔"

(خدام الدین مولانا بنوری نمبر ص69)

شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں"وہ صاحبانِ قبر کہ انکا کمال معلوم نہ ہو انکا کمال معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اوپر کی ترکیب زیارتِ قبور کے بیان میں جو طریقہ اولیاء کرام اور صالحین عظام کی زیارت کا لکھا ہے وہی عمل میں لائے اور فاتحہ اور درود اور ذکر سبوح کے ساتھ جب اپنا دل صاحب قبر کے سینہ کے سامنے کرے تو اپنے دل میں راحت وتسکین اور نور معلوم ہو تو یہ جاننا چاہیے کہ یہ قبر کسی صاحب بزرگ کمال کی ہے لیکن استمداد اولیاء مشہورین سے کرنا چاہیے۔" (فتاویٰ عزیزی ص206)

اکابرین کی نقل کردہ تحریرات سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ اخذِ فیض از قبور ممکن ہی نہیں بلکہ کمال بھی ہے۔ لیکن یہ اخذ فیض بھی بطور خرقِ عادت یا کرامت ہی باذن اللہ ہوتا ہے۔ یہ کرامت صاحب نسبت ولی کی ہوتی ہے کہ وہ صاحب قبر سے فیوضات باطنی حاصل کرے اور گاہے صاحب قبر کی بھی ہوتی ہے۔ فیض کے حصول کے لیے صاحب قبر بزرگ کا متوجہ ہونا ضروری ہے اگر صاحب قبر توجہ نہ کرے تو بھلے قبر پر بیٹھ کر ٹکریں مارتا رہے فیض کا حصول نہیں ہوتا اور صاحب قبر کا متوجہ ہونا اللہ کے حکم سے ہے اور یہی اسکی کرامت ہے جو دنیا سے جانے کے بعد بھی جاری رہتی ہے۔ مفتی کفایت اللہ دہلوی فرماتے ہیں۔

"ولی کی کرامت بعد موت بھی ممکن ہے۔"

(کفایت المفتی ج2 ص83)

"اللہ کی مشیت پر موتوف ہے۔ اللہ کی مشیت سے جس طرح مردے زندہ لوگوں کی بات سن سکتے ہیں اسی طرح اللہ کی مشیت سے مردوں کی بات زندہ بھی سن سکتے ہیں اور یہ سننا زیادہ تر خواب کی حالت میں ہوتا ہے اور گاہے بیداری کی حالت میں ہو جاتا ہے دونوں قسم کے صحیح واقعات مستند کتابوں میں ملتے ہیں۔"

(فتاویٰ رحیمیہ ج1 ص203)

حضرت مولانا اکرم اعوان مدظلہ اپنے روحانی مرکز دارالعرفان منارہ ضلع چکوال میں تشریف فرما ہیں اور سالکین کی تربیت بطریق نقشبندیہ اویسیہ فرما رہے ہیں۔ سینکڑوں کی تعداد میں اصلاحی مواعظ آپ کو مل سکتے ہیں۔ دس جلد میں موجود تفسیر "اسرار التنزیل"، موجودہ دور سے ہم آہنگ بیانیہ تفسیر قرآن کریم "اکرم التفاسیر"، پنجابی تفسیر "اللہ دی گل" ترجمہ قرآن مجید "اکرم التراجم" آپ مطالعہ فرمالیں یہی میرے شیخ مدظلہ کی کل کمائی ہے۔ یا صوفیاء کی ایک جماعت ہے جس کی بنیاد حضرت مولانا اللہ یار خانؒ نے رکھی اور آج حضرت شیخ امیر محمد اکرم اعوان کی زیر نگرانی اور زیر تربیت صوفیاء کی یہ جماعت پوری دنیا میں حقیقی تصوف اسلامی کا علم اٹھائے پھیل چکی ہے۔ لاکھوں لوگ اللہ کے بابرکت نام سے اپنے قلوب کو منور کر رہے ہیں بے شمار لوگ آج بھی روحانی بیعت جیسی عظیم نعمت سے سرفراز ہو کر معاشرے کی اصلاح میں اپنا کردار ادا کر رہے ہیں۔ آپ لوگ دارالعرفان

منارہ آئیں اور حالات و واقعات کا خود مشاہدہ کرلیں۔اپنے اعتراض سے رجوع کرنے کے لیے بہت سے حجابات آپ کے سامنے ہوں گے یہ میں اچھی طرح جانتا ہوں مگر ہوسکتا ہے میری یہ کوشش آئندہ آپکو احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنے دے۔مولانا امیر اکرم اعوان آج بھی تحدیث نعمت کے طور پر یہ کہتے ہیں کہ

''مجھ پر اللہ کا احسان ہے میں اک نگاہ میں کسی شخص کے وجود کے ذرے ذرے کو اللہ اللہ سکھا سکتا ہوں جس کام کے لیے برسوں لگتے ہیں وہ بات میں ایک لمحہ میں کرسکتا ہوں یہ اللہ کی عطاء ہے۔''

اور اہل اللہ سالکین کی تربیت اور تحدیث نعمت کے طور پر ان امور کا ذکر کیا کرتے ہیں۔حضرت لاہوریؒ فرماتے ہیں ''سنو ہوش کرو مجھے اللہ نے باطن کی آنکھیں دی ہیں مجھے علم ہے کہ جو نوجوان انگریز کے تابعدار ہیں علماء کو گالیاں دیتے مر گئے ہیں انکی قبریں جہنم کا گڑھا بنی ہیں۔اگر تم کو یقین نہیں آتا تو میرے پاس آکر بیٹھ جاؤ میں نے یہ فن چالیس سال میں سیکھا ہے تم کو چار سال میں سکھادوں گا۔''

(خدام الدین شیخ التفسیر نمبر ص 41)

''حضور ﷺ نے مسکراتے ہوئے مراقبہ سے سر مبارک اٹھایا اور اپنے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ اور بیعت کا اشارہ فرمایا۔یہ فقیر اٹھا اپنے زانوں حضور ﷺ کے زانوں کے ساتھ ملائے اور اپنے دونوں ہاتھ حضور اکرم ﷺ کے مبارک ہاتھوں کے درمیان رکھے اور بیعت کی۔بیعت سے فارغ ہوئے تو حضور ﷺ نے آنکھیں بند فرمالیں۔''

(الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ ص 7)

نوٹ: حضرت تھانوی کی مسائل السلوک من کلام ملک الملوک کی شرح میں شیخ المکرم حضرت امیر مولانا محمد اکرم اعوان صاحب مدظلہ العالی سال 2011 میں دس مواعظ فرما چکے ہیں۔بیان مل سکتے ہیں۔جلد کتابی شکل میں بھی مل جائے گی۔

مشاہدات برزخ

سفیان کہتے ہیں کہ بروایت داؤد بن شاپور کے ابوقزعہ کہتے ہیں کہ مجھے ایک قبر ایک اندر سے ایک گدھے کی آواز سنائی دی۔پوچھنے پر معلوم ہوا کہ اس میت کی ماں جب اس سے بولنا چاہتی تو اسے یہ کہا کرتا تھا کہ گدھے کی طرح تو بھی آواز نکال لے۔اس لئے جب سے یہ مرا ہے تو اس کی قبر سے گدھے کی آواز آتی ہے۔

عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ وہ اپنی بہن کو دفن کرنے قبر میں اُترے، مگر نکلتے وقت ان کی کوئی قیمتی متاع قبر میں رہ گئی جس کی وجہ سے انہوں نے اپنے ایک ساتھی کی معاونت سے قبر کھولی اور وہ پونجی مل گئی۔اسے لیتے وقت ساتھی سے کہا ذرا ٹھہرو میں دیکھوں کہ بہن کس حال میں ہے تو لحد کا ایک حصہ کھولا۔دیکھا قبر آگ سے مشتعل ہے اسی وقت لحد اور قبر بند کردی اور آکر ماں سے پوچھا کہ عمل میں اس بہن کا کیا حال تھا۔انہوں نے کہا وہ نماز بھی تاخیر سے پڑھتی تھی اور گمان غالب یہ ہے کہ اکثر بے وضو بھی پڑھ لیا کرتی تھی اور پڑوسیوں کے گھروں کے دروازوں میں جاکر گھر والوں کی باتیں چوری چھپے نکال لانے کی عادی تھی۔اس سے بے نماز اور غیروں کے رازوں کے تجسس کرنے والوں کا برزخی مقام معلوم ہوا۔(عالم برزخ کے احوال: حضرت قاری محمد طیب)

مسائل السلوک من کلام ملک الملوک پر

شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کا بیان

قرآن ان شوشوں، گھیروں کا نام نہیں ہے۔ یہ کاغذ بھی محترم ہے، یہ گتا بھی محترم ہے اس لئے کہ یہ کلام الٰہی کے ساتھ مس ہے۔ لیکن اصل وہ مفہوم ہے جو ان الفاظ میں بند ہے۔ وہ اللہ کا کلام ہے اور وہ غیر مخلوق ہے۔ بعض کو غلطی یہ لگتی ہے کہ یہ تو سیاہی سے لکھے ہوئے حروف ہیں، کاغذ ہے اور گتا ہے تو کیسے غیر مخلوق ہے؟ غیر مخلوق قرآن ہے اور قرآن وہ مفہوم ہے جس کا یہ الفاظ و حروف اظہار کرتے ہیں۔ اسی لئے تو جو یہ توہین کرتے ہیں اور گلیوں میں آپ کو قرآن کے پرزے نظر آتے ہیں تو اس پر فوری طور پر کوئی عذاب مرتب تو نہیں ہوتا۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ کریم وہ انوارات سلب کر لیتا ہے۔ صرف حروف اور ٹنڈے رہ جاتے ہیں جن کی توہین ہوتی ہے۔ کلام الٰہی کی توہین کوئی نہیں کرسکتا۔ اس سے وہ انوارات سلب کر لئے جاتے ہیں۔ تو یہ بھی ایک طرح کی اس کی رحمت ہے کہ کوئی اس سے فوری طور پر تباہ نہ ہوجائے۔ وہ گنہگاروں پر بھی رحم کرتا ہے۔ اسی طرح صوفیوں نے لطائف کو عالم امر سے کہا ہے اور اس کو فوق العرش سے ثابت کیا ہے جس کی اصل بھی نکل آئی۔ فرمایا جس طرح قرآن کی اصل ہے کہ یہ عالم امر سے ہے اس کا مطلب ہے لطائف بھی صوفیاء کہتے ہیں عالم امر سے ہیں۔ تو اس کا مطلب ہے عالم امر سے بھی چیزیں ہوسکتی ہیں اور اس کی اصل بھی نکل آئی وہ بھی ثابت ہوگیا۔ اور فوق العرش کی تفسیر یہی ہے کہ وہ مادیات سے نہیں۔

فرماتے ہیں پیدا کرنا بھی اسی کا کام ہے، حکم دینا بھی اسی کا کام ہے۔ لیکن مخلوق حادث ہے اور اس کا کلام اس کی صفت ہے۔ یہ حادث نہیں ہے۔ تو اگر اللہ کا کلام فوق العرش ہے تو اس کی ذاتی صفت ہے۔ تو صوفیاء جو کہتے ہیں کہ لطائف عالم امر سے ہیں یہ بھی درست ہے۔ عالم امر سے چیزیں ہوسکتی ہیں اس کا بھی ثبوت ہے۔

عبادت خلوت و جلوت و بالجوارح و بالقلب

قولہ تعالیٰ: اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً (الاعراف:55)

ترجمہ: تم لوگ اپنے پروردگار سے دعا کیا کرو تذلل ظاہر کر کے بھی اور چپکے چپکے بھی۔

"اس میں اشارہ ہے طریق جلوت و خلوت کی طرف یا عبادت جوارح و قلب کی طرف"۔

....

فرمایا اس میں اشارہ ہے کہ ظاہر میں لوگوں کے سامنے بھی عبادت کرو اور لوگوں سے چھپ کر بھی کرو۔ دوسری بات یہ فرمائی کہ ظاہر اعضاء سے بھی اللہ کی اطاعت کرے اور دل اور باطن سے بھی اللہ کی اطاعت کرے۔ قلبی طور پر بھی، دلی طور پر بھی اطاعت الٰہی کرے۔

....

مسئلہ استعداد

قولہ تعالیٰ: وَ الْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ وَ الَّذِیْ

خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا (الاعراف:58)

ترجمہ: اور جو سرزمین ستھری ہوتی ہے اس کا پیداوار تو خدا تعالیٰ کے حکم سے خوب نکلتا ہے اور جو خراب ہے اس کا پیداوار کم نکلتا ہے۔

"یہ اس شخص کی مثال ہے جس میں وعظ مؤثر ہوتا ہے اور جس میں مؤثر نہیں ہوتا یعنی طیب الاستعداد و فاسد الاستعداد کی پس اس میں مسئلہ استعداد کی دلیل ہے"۔

....

فرماتے ہیں یہ جو صوفیاء کہتے ہیں کہ اس میں استعداد نہیں ہے اس کی اصل اس سے ثابت ہوتی ہے جیسے خراب زمین پر بارش بھی برستی رہے تو اول تو اس سے اچھی چیزیں اگتی نہیں خراب اگتی ہیں وہ بھی پوری طرح نہیں اگتیں۔ وہی بارش اچھی زمین پر برستی ہے تو اس سے پھول پھل اگتے ہیں، کھیتیاں اگتی ہیں، فائدہ ہوتا ہے۔ تو وعظ و نصیحت کی بھی یہی مثال ہے کہ جب کسی شخص نے گناہ کر کے اپنی اصل خراب کر لی تو اس پر نصیحت کا اثر کم ہوتا ہے اور کسی نے نیکی کر کے اپنی استعداد بڑھائی ہے تو اس پر اثر زیادہ ہوتا ہے۔

....

معاصرت کی بنا پر منافرت کی مذمت

قولہ تعالیٰ: اَوَ عَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ (الاعراف:63)

ترجمہ: اور کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس ایک ایسے شخص کی معرفت جو تمہاری ہی جنس کا ہے کوئی نصیحت کی بات آ گئی۔

....

اور یہی طریقہ ہے جاہلوں کا اپنے ہم عصر اولیاء کے ساتھ کہ محض معاصرت کے سبب ان سے منافرت کرتے ہیں۔

فرمایا جاہلوں کا یہ طریقہ ہے کہ جو گذر چکے ہیں جو فوت ہو چکے ہیں ان کے مزارات پر تو چادریں چڑھاتے ہیں، عرس مناتے ہیں اور جو زندہ ولی اللہ موجود ہیں اور دعوت الی اللہ دے رہے ہیں اور تربیت کرنے کی دعوت دے رہے ہیں ان کے قریب نہیں جاتے۔ ان کو نہیں مانتے کہ یہ تو ہمارے جیسے ہیں۔ ہمارے ساتھ کے لوگ ہیں۔ فرمایا یہ طریقہ جاہلوں کا ہے۔ جنہیں اللہ علم دیتا ہے وہ لوگوں سے استفادہ کرتے ہیں۔

....

ایذاء مضاء پر صبر کرنا

قولہ تعالیٰ: قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰكَ فِيْ سَفَاهَةٍ (الاعراف:66)

ترجمہ: ان کی قوم میں جو آبرو دار کافر تھے انہوں نے کہا کہ ہم تم کو کم عقلی میں دیکھتے ہیں۔

"یہی طریقہ سفہاء کا پہلے سے چلا آیا ہے کہ عقلاء دین کو سفیہ کہا کرتے ہیں۔ اس زمانے میں بھی اس کا مشاہدہ ہو رہا ہے تو ان حضرات کو صبر کرنا چاہیے۔

....

یعنی یہ کافروں کا طریقہ آ رہا ہے کہ کہتے ہیں جی خواہ مخواہ ہم نے تو کسی عالم سے یہ بات نہیں سنی۔ یہ تو کوئی بے وقوف آدمی ہے عجیب سی باتیں کرتا ہے۔ اپنی سمجھ کام نہیں کرتی۔ اللہ کے بندوں کو بیوقوف بتاتا ہے۔ یہ نہیں مانتے کہ ہم بیوقوف ہیں ہماری سمجھ میں یہ بات کیوں نہیں آتی۔

....

دینویہ کی تحقیر زہد نہیں ہے

قولہ تعالیٰ: زَادَکُمۡ فِی الۡخَلۡقِ بسطۃ فَاذۡکُرُوۡۤا اٰلَآءَ اللّٰہِ (الاعراف:69)

ترجمہ: اور ڈیل ڈول میں تم کو زیادہ پھیلاؤ دیا سو خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو۔

''اس سے معلوم ہوا کہ قوت و جسامت کی زیادتی بھی حق تعالیٰ کی نعمت ہے۔ تو دنیوی نعمتوں کی تحقیر زہد میں داخل نہیں جیسا بعض متشددین کا مذاق ہے''۔

....

یعنی اگر کسی کو صحت مند بنایا، طاقت دی، ڈیل ڈول میں تگڑا بنایا اور علم میں بھی تو اقتدار یا حکومت یا شیخ ہونے کے لئے بندہ تگڑا بھی ہو اور اس کے پاس علم بھی ہو۔ دونوں نعمتیں ہوں تو بہتر ہے۔ حکمران ہونے کے لئے بھی یہ دو شرطیں ہیں۔ حکم ہے کہ پاگلوں کو حکمران نہ بناؤ اس کا صحت مند ہونا بھی ضروری ہے، اور اس کے پاس علم کا ہونا بھی ضروری ہے۔ حکمران کے لئے بھی دو شرطیں ہیں۔ یہاں بادشاہت کے لئے دی گئی ہیں کہ جسمانی طاقت میں بھی تم سے تگڑے ہیں اور علم میں بھی برتر ہیں۔ دو اوصاف ہونے چاہئیں جسمانی طور پر بھی فٹ ہو اور جس عہدے پر جا رہا ہے اس کے متعلق اس کا علم بھی مکمل ہو۔ اور یہی منصب شیخ کے لئے ہے کہ بندہ جسمانی طور پر بھی تگڑا ہو۔ یہ نہ ہو کہ شیخ صاحب کو جس کا جی چاہے کان سے پکڑ کر گھسیٹتا پھرے۔ تگڑا بندہ ہونا چاہیے جو علم بھی رکھتا ہو۔

....

حدیث خلق اللہ آدم علی صورتہ کی ایک لطیف توجیہہ

قولہ تعالیٰ: هٰذِہٖ نَاقَۃُ اللّٰہِ (الاعراف:73)

ترجمہ: یہ اونٹنی ہے اللہ کی

''یہ اضافۃ تشریف کے لئے ہے جیسے مسجد کو بیت اللہ کہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ حدیث میں جو آیا ہے ان اللہ خلق ادم صورتہ اس اضافت کی سہل توجیہات یہ ہو سکتی ہے''۔

....

فرمایا حضرت صالح علیہ السلام کا معجزہ جو اونٹنی بطور معجزہ کے پتھر سے نکلی۔ فرمایا یہ اونٹنی اللہ کی ہے یعنی اللہ کی طرف اس کی اضافت کر دی۔ وہ نہ کسی اونٹنی سے پیدا ہوئی نہ کوئی اس کا طریق تخلیق تھا۔ اسی طرح مسجد کو کہہ دیتے ہیں یہ اللہ کا گھر ہے۔ تو یہ اضافت جو ہوتی یہ عزت و احترام کے لئے ہوتی ہے کہ اس پر کسی اور کی ملکیت نہیں ہے یہ خالص اللہ کے لئے ہے۔

....

مثل

''قولہ تعالیٰ: وَ تَنۡحِتُوۡنَ الۡجِبَالَ بُیُوۡتًا فَاذۡکُرُوۡۤا اٰلَآءَ اللّٰہِ (الاعراف:74)

ترجمہ: اور پہاڑوں کو تراش تراش کر ان میں گھر بناتے ہو سو خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو۔

''اس سے معلوم ہوا کہ کسی صنعت میں مہارت یہ بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے''۔

....

یعنی جب ان کو اللہ نے کہا کہ تمہیں میں نے ایسی عقل اور ایسا علم دیا ہے کہ بڑی بڑی چٹانیں کاٹ کر خوبصورت گھر بنا لیتے ہو تو فرماتے ہیں کسی صفت میں کمال ملنا یہ بھی اللہ کا احسان ہے۔ اسے یاد کر کے اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

....

تحقیق سماع موتیٰ

قولہ تعالیٰ: فَتَوَلّٰی عَنْهُمْ وَ قَالَ یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ (الاعراف:79)

ترجمہ: صالح ان سے منہ موڑ کر چلے اور فرمانے لگے کہ اے میری قوم میں نے تو تم کو اپنے پروردگار کا حکم بتادیا

''ظاہراً یہ خطاب بعد اہلاک کے ہے تو اس سے ظاہراً اسماع موتیٰ معلوم ہوتا ہے جب تک کوئی دلیل قوی نفی نہ کرے''

....

یعنی جو دلائل ہوتے ہیں یا بزرگوں کی جو تعلیمات ہوتی ہے اگر ان پر عمل نہ بھی کر سکے تو اس کا انکار نہ کرے ورنہ تباہی آجاتی ہے۔ ہلاکت آجاتی ہے۔

یجاد بدعت کا ابقاء بدعت سے اشد ہونا

''قولہ تعالیٰ: تَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ (الاعراف:80)

ترجمہ: کہ تم ایسا فحش کام کرتے ہو جس کو تم سے پہلے کسی نے دنیا جہان والوں میں سے نہیں کیا۔ فاحشہ کا عدم سبق کے ساتھ مقید کرنا اس پر دال ہے کہ منکر کی ایجاد اس کی اقتدا سے اشد ہے اور اس سے بدعت کا درجہ سمجھ لو۔''

فرماتے ہیں قرآن کریم میں یہ قول حضرت لوط علیہ السلام کا ہے۔ انہوں نے قوم سے کہا تھا کہ تم ایسی برائی کرتے ہو جو اس کے پہلے کسی نے نہیں کی۔ حضرتؒ فرماتے ہیں اس سے سلوک کا یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ دین کے نام پر کوئی ایسا کام ایجاد کرنا جو دین نہ ہو یا کوئی برائی شروع کرنا جو پہلے سے نہ ہو رہی ہو وہ اس برائی پر عمل کرنے سے زیادہ برا کام ہے۔ کیونکہ جو برائی شروع کرتا ہے اس پر جب تک عمل ہوتا رہتا ہے اس سارے کا گناہ بھی اس کو پہنچتا رہتا ہے۔ بر اعمل کرنے والے ہر شخص کو اپنا گناہ ملتا ہے اور ایجاد کرنے والا اس گناہ میں شامل ہوتا رہتا ہے لہٰذا یہ زیادہ شدید ہے۔ اور فرماتے ہیں اسی سے بدعت کا درجہ سمجھو۔

بعض اخلاق ذمیمہ کی مذمت

''قولہ تعالیٰ: وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ (الاعراف:85)

ترجمہ: اور لوگوں کا ان کی چیزوں میں نقصان مت کیا کرو۔

مدلول نص پر اس کو بھی قیاس کیا جاوے گا جس میں اکثر اہل علم مبتلا ہیں کہ دوسرے اہل فضیلت کے اس حق کی تنقیص ہیں کہ ان کے ساتھ جو توقیر اور ان کے اظہار فضیلت کا معاملہ کرنا چاہیے نہیں کرتے۔''

فرماتے ہیں بعض لوگوں کو جو اپنی انا میں گرفتار ہو جاتے ہیں اور دوسرے اہل علم اور اہل فضیلت پر تنقیص یعنی مختلف اعتراض کرتے ہیں یہ درست نہیں اللہ کریم نے جس کو جو نعمت دی ہے اس کا اقرار کرنا چاہیے۔ ہمعصر ہونے کے لئے ضروری نہیں کہ اپنے عہد کے لوگوں سے حسد کیا جائے۔

مبغوضین پر ترحم نہ کرنا

''قولہ تعالیٰ: فَكَیْفَ اٰسٰی عَلٰی قَوْمٍ كٰفِرِیْنَ (الاعراف:86)

ترجمہ: پھر میں ان کافر لوگوں پر کیوں رنج کروں۔

بجائے عَلَیْهِمْ کے علٰی كٰفِرِیْنَ کہنا اشعار ہے کہ کفر کے سبب یہ لوگ مستحق تاسف نہ رہے اس سے معلوم ہوا کہ مبغوضین پر ترحم نہ چاہیے۔ فرماتے ہیں مبغوضین پر رحم نہ کیا جائے جو اللہ کی نافرمانی کرتا ہے اس نافرمان پر رحم نہ کیا جانا چاہیے بلکہ اسے سزا پانا چاہیے

نعم و نقم دنیویہ میں جن میں باطنی امور بھی داخل ہیں طاعت معصیت کو دخل ہونا۔

"قولہ تعالیٰ: وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ (الاعراف:96)

ترجمہ: اور اگران بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور پرہیز کرتے تو ہم ان پر آسمان زمین کی برکتیں کھول دیتے۔

اپنی مابعد والی آیت سے مل کر اس پر دال ہے کہ نعم دنیویہ میں طاعت کو امور قسم دنیویہ میں معصیت کو بھی دخل ہے خواہ وہ نعمت و نقمت حسی ہو یا معنوی۔"

فرماتے ہیں اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ دنیا کی نعمتیں ملیں یا دنیا میں کوئی مصیبت آجائے اس کی اصل آدمی کا کردار ہوتا ہے۔ اگر اچھا کردار ہوگا تو جو آخرت میں تو ثواب ہوگا ہی دنیا میں بھی آسانیاں ہوں گی نعمتیں ملیں گی ۔کردار برا ہوگا تو جو عذاب آخرت کا ہونا ہے وہ تو الگ ہے لیکن اس کی مصیبت دنیا میں بھی آئے گی۔خواہ یہ حسی ہو یا معنوی۔ ہر نقصان دو طرح سے ہوتا ہے، حسی اور معنوی۔ حسی اسے کہتے ہیں جو عام آدمی کو نظر آتا ہے۔ مال میں نقصان ہو گیا، مویشی مر گئے ،مکان گر گیا وغیرہ۔ معنوی طور پر نقصان یہ ہے کہ اس کے عقیدے میں خلل آگیا، اس کے کردار میں خلل آگیا ، جو نسبت اسے اللہ سے تھی اس میں خلل آگیا ،جو ایمان و یقین اللہ اور آخرت اور اللہ کے حبیب ﷺ سے تھا اس میں خلل آگیا تو یہ دونوں طرح کے نقصان برائی سے، بدکرداری سے ہوسکتے ہیں ۔نیکی سے اخروی فائدہ بھی ہوتا ہے اور دنیا کا فائدہ اور آسانیاں بھی ہوتی ہیں۔

سلب نسبت سے خوف کرنا۔

قولہ تعالیٰ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ (الاعراف:99)

ترجمہ: خداتعالیٰ کی پکڑ سے بجز ان کی جن کی شامت ہی آگئی ہو اور کوئی بے فکر نہیں ہوتا۔ اس میں وہ بھی داخل ہے جو اپنے صاحب نسبت ہونے پر مغرور ہو اور سلب نسبت سے خوف نہ کرے۔"

فرماتے ہیں اس آیت سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اگر کسی کو سلوک و تصوف کی نسبت حاصل ہوگئی، کچھ کیفیات حاصل ہوگئیں تو اس پر مغرور نہ ہو، وہ سلب بھی ہوسکتی ہیں ۔یعنی جس پر رحمت ہو اتنا ہی وہ عجز و تذلل اختیار کرے، اللہ کا شکر اختیار کرے ،اس پر مغرور نہ ہو۔ مغرور ہونے سے وہ سلب بھی ہوسکتی ہیں۔

اہل باطل کی تمویہ و تلبیس

"قولہ تعالیٰ: قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ (الاعراف:109،110)

ترجمہ: قوم فرعون میں جو سردار لوگ تھے انہوں نے کہا کہ واقعی یہ شخص بڑا ماہر جادوگر ہے۔ یہ چاہتا ہے کہ تم کو تمہاری سرزمین سے باہر کردے۔ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کے طریق حق کو ایک باطل صورت میں ظاہر کیا۔ یہی حال اہل باطل کا گو وہ صوفی بھی کہلا دیں کہ عوام کو اہل حق سے نفرت دلانے کے لئے ان کے حق کو بُرے بُرے عنوان سے ظاہر کرتے ہیں۔"

فرمایا یہ ان لوگوں کا حال ہے کہ سلوک میں جو صالح ہیں، اہل سلوک ہیں، واقعی ان کے پاس نسبت ہے، لوگوں کو ان سے فائدہ ہوسکتا ہے لیکن جو برائے نام صوفی بنے ہوئے ہیں یا پیر یا گدی نشین بنے ہوئے ہیں اپنی آمدن قائم رکھنے کے لئے لوگوں کو ان کے خلاف بھڑکاتے رہتے ہیں، مختلف الزام لگاتے رہتے ہیں۔ ان کی مثال ایسی ہے جیسے فرعون کے سرداروں کی تھی۔

☆☆☆☆☆

صبر

چراغِ مصطفوی

پروفیسر حافظ عبدالرزاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

عَنْ صُهَيْبٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَجَبًا لِاَمْرِ الْمُؤْمِنِ اِنَّ اَمْرَهٗ كُلَّهٗ لَهٗ خَيْرٌ وَّلَيْسَ ذٰلِكَ لِاَحَدٍ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِ اِنْ اَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهٗ وَاِنْ اَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهٗ (رواہ مسلم)

"حضور اکرم ﷺ نے فرمایا مومن کا معاملہ عجیب ہے کیونکہ اس کی ہر حالت اس کے حق میں بہتر ہوتی ہے مومن کے علاوہ کسی اور کو یہ سعادت نصیب نہیں ۔ اگر مومن کو فراخی ،سکون اور خوشی حاصل ہوتی ہے تو وہ شکر کرتا ہے اور یہ اس اس کے حق میں بہتر ہوتا ہے اور اگر اسے رنج ، مصیبت آتی ہے تو وہ صبر کرتا ہے اور ایسا کرنا اس کے حق میں بہتر ہوتا ہے حضور اکرم ﷺ نے فضائل اخلاق میں سے صبر و شکر کی فضیلت اور عظمت بیان کرتے ہوئے جو کچھ ارشاد فرمایا اس کی تفصیل یہ ہے کہ اس کائنات کا نظام وہی چلا رہا ہے جو اس کا خالق ہے۔ اس نظام میں اشرف المخلوقات یعنی انسان کو مختلف حالات سے گزرنا پڑتا ہے جو حالت اور جیسی حالت پیش آئے اس کے مطابق انسان کا ایک ردعمل ہوتا ہے، اور اس ردعمل کی صورت ہی دراصل وہ امتحان ہے۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انسان واقعی اشرف المخلوقات کے لقب کا مستحق ہے یا اپنا ٹھکانا اسفل السافلین میں بنانے کی تدبیر کر رہا ہے ۔حضور اکرم ﷺ نے ہر حالت میں ردعمل اختیار کرنے کا تذکرہ فرمایا جس کی وجہ سے انسان واقعی انسان کہلانے کا مستحق ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ جو ردعمل اس کے برعکس ہوگا وہ دراصل انسانیت کی توہین کی صورت ہوگی۔

ایک ردعمل کا اصلاحی نام شکر ہے اس کا اظہار اس وقت ہوتا ہے جب انسان کو ایسے سازگار حالات پیش آئیں کہ اسے خوشی ،آرام اور سکون حاصل ہو۔اس صورت میں انسان کی نگاہ پلٹ کر ارحم الراحمین کی صفت رحمت پر پڑتی ہے اور بے ساختہ اس کے منہ سے نکلتا ہے الحمدللہ!

جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ انسان اس کو محض اس کا کرم سمجھتا ہے جو منعم حقیقی ہے یہ ردعمل شرف انسانیت کا آئینہ دار ہے دوسرا ردعمل یہ ہوتا ہے کہ انسان ایسے خوش کن حالات کو اپنی قابلیت لیاقت اور صلاحیت کا نتیجہ سمجھنے لگتا ہے۔اور اس پر اترانے لگتا ہے اور کہہ اٹھتا ہے ہمچو ما دیگرے نیست ،اور یہ بھول جاتا ہے کہ دینے والے نے یہ نعمت دیکر مجھے امتحان میں ڈال دیا ہے یہ ردعمل مومن کی شان کے شایان نہیں شکر کی ایک صورت ہے اور ایک اس کی حقیقت ،صورت تو یہ ہے کہ آدمی زبان سے الحمدللہ کہہ دے اور چہرے پر خوشی کے آثار نظر آنے لگیں مگر شکر کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہر نعمت سے اس کی ہدایت کے مطابق کام لیا جائے اگر زبان سے تو الحمدللہ کہے مگر اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو اللہ کی نافرمانی میں استعمال کرے تو یہ شکر نہ ہوگا ہاں شکر کی اداکاری ہوگی اور حقیقی شکر ہی وہ ردعمل ہے جو نعمت کے

اضافے کا موجب بنتا ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے نہایت تاکید سے فرمایا:

لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ یعنی اگر تم شکر کرو گے تو یقیناً میں تمہیں اور عطا کروں گا۔

انسان کی آزمائش کی دوسری صورت کا اصطلاحی نام صبر ہے ،صبر کا مفہوم نہایت وسیع ہے۔جس کا خلاصہ یہ ہے کہ صبر کہتے ہیں رک جانے کو۔اس کی صحیح اور اعلیٰ ترین صورت یہ ہے کہ اللہ رسول کے احکام کی تعمیل کے لئے خواہش نفس اور حصول لذت کے تقاضے پورا کرنے سے رک جانا ،ظاہر ہے یہ کام بڑا مشکل ہے کیونکہ کہ نفس امارہ انسان کو فوری لذت ،سہل انگاری اور تن آسانی کی طرف مائل کرتا ہے۔اور شرعی احکام انسان کو دور اندیش مجاہد اور مستعد بنانے کا تربیتی پروگرام دیتے ہیں اس امتحان میں انسان اگر لذت پرستی کی طرف بڑھنے سے رک جائے اور احکام الٰہی کی تعمیل کی مشقت خندہ پیشانی سے برداشت کرے تو گویا اس نے صبر کا حق ادا کر دیا۔

رمضان المبارک کا مہینہ گویا مومن کے صبر کا سالانہ امتحان ہے اس میں صبر کی ایسی ہمہ پہلو مشق ہوتی ہے کہ مومن اگر اس کے تقاضے اور شرائط پوری کرے تو واقعی کندن بن جاتا ہے ۔جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَلَہٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ

"یعنی جس نے رمضان کے روزے پورے یقین اور ساری شرائط کے ساتھ رکھے اس کی گذری ہوئی زندگی کے سارے گناہ بخش دیے گئے"

کتنا بڑا انعام ہے اور کیسا نفع کا سودا ہے۔یہ احتساب کیا ہے؟ یہی کہ جیسے پیٹ کو کھانے پینے سے دن بھر باز رکھا اور جنسی عمل سے رکے رہے اسی طرح زبان کو جھوٹ اور غیبت سے،کان کو فحش کلامی اور گندے گیتوں سے، ہاتھ پاؤں کو برائی سے اور دماغ کو بری سوچ سے باز رکھا تو یہ اصل صبر ہے اور اسی کو احتساب کہتے ہیں۔

اور اگر یہ صورت نہ ہوئی تو اس صبر کا نتیجہ حضور اکرم ﷺ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا کہ کتنے روزہ دار ہیں کہ بھوک پیاس کے علاوہ جن کے پلے کچھ نہیں پڑتا یہ صبر کے مفہوم میں دوسری صورت یہ ہے کہ اگر ایسے حالات پیش آجائیں جو انسان کو رنج مصیبت اور مشقت میں ڈال دیں تو مومن کا ردعمل یہ ہوتا ہے کہ

"ہر کہ از دوست می رسد نیکوست" یعنی محبوب کی طرف سے جو ملے وہی اچھا ہے اس ردعمل کا نام بھی صبر ہے۔جس کی نشاندہی رب العالمین نے ان الفاظ میں فرمائی کہ

اِذَا اَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَۃٌ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ط

یعنی اہل ایمان کو جب کوئی مصیبت آئے تو کہہ اُٹھتے ہیں ہم اللہ کی ملکیت ہیں اور ہمیں لوٹ کے اسی کے پاس جانا ہے پھر غم کس بات کا۔یہ ردعمل ایسا پسندیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بشارت دی کہ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ جس کو اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل ہو جائے اس کی خوش نصیبی کا کیا کہنا۔اور اگر اس کے برعکس ردعمل ہو کہ مصیبت آئے تو انسان واویلا کرنے لگے،گلہ شکوہ کر دے،بال نوچنے لگے،سینہ کوبی شروع کر دے۔تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ انسان،اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کے خلاف احتجاج کر رہا ہے اور ظاہر ہے کہ مومن سے ایسی گری ہوئی حرکت کی توقع نہیں ہو سکتی۔ایسا کرنا ایمان کے منافی ہے۔

اللہ تعالیٰ اس مقدس اور مبارک مہینے کی برکتوں کو سمیٹنے اور اپنے اندر صبر کا وصف پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

اکرم التفاسیر

اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت

پارہ: 10 سورۃ الانفال

آیات: 46 تا 58

شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ وَآلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ○ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ وَ لَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْھَبَ رِیْحُکُمْ وَ اصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ○ وَ لَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ بَطَرًا وَّ رِئَآءَ النَّاسِ وَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَ اللّٰہُ بِمَا یَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ ○ وَ اِذْ زَیَّنَ لَھُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَھُمْ وَ قَالَ لَا غَالِبَ لَکُمُ الْیَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَ اِنِّیْ جَارٌ لَّکُمْ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَکَصَ عَلٰی عَقِبَیْہِ وَ قَالَ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْکُمْ اِنِّیْٓ اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰہَ وَاللّٰہُ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ○

اَللّٰھُمَّ سُبْحَانَکَ لَاعِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ ○ مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمٖ

اللہ اور اُس کے پیغمبر ﷺ کی فرمانبرداری کرو اور آپس میں جھگڑا نہ کرو ورنہ کم ہمت ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر سے کام لو۔ بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

پچھلی آیت میں گذرا تھا کہ جب کسی کفار کی جماعت سے مقابلہ آجائے تو جم کر لڑو اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرتے رہو تا کہ تم کامیاب ہو۔ اب کثرت ذکر کا ماحصل اور فائدہ کیا ہوتا ہے؟ فرمایا: وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو اللہ جل شانہ کی اطاعت کیا ہے؟ اور اللہ کی نافرمانی کیا ہے؟

اللہ کریم کس بات سے راضی ہیں، خوش ہیں اور کسی بات کو ناپسند فرماتے ہیں اس کا کوئی پیمانہ ہمارے پاس نہیں ہے سوائے اللہ کے رسول ﷺ کے ارشادات کے۔ یہ منصب رسالت ہے کہ حضور ﷺ ارشاد فرمائیں کہ اللہ کریم کس بات سے راضی ہیں، کس بات کے کرنے کا حکم دیتے ہیں، کس بات کو پسند فرماتے ہیں۔ فرمایا اللہ کی اطاعت کرو۔ اطاعت سے مراد ہوتی ہے غیر مشروط فرمانبرداری۔ ہمارے ہاں ایک بڑی عجیب رسم بن گئی ہے اور آج کل بہت زیادہ پھیل چکی ہے اور اکثر لوگوں کے خطوط بھی آتے ہیں کہ میں پانچ وقت نماز بھی پڑھتا ہوں، نوافل بھی، تہجد بھی ادا کرتا ہوں، اوابین بھی پڑھتا ہوں اور میرے معمولات میں ذکر بھی ہے اللہ کے نام کا ذکر بھی کرتا ہوں پھر بھی میری دوکان نہیں چلتی یا ملازمت نہیں رہی یا بیٹا بیمار ہو گیا یا بیوی بیمار ہو گئی۔ یہ تو اطاعت نہ ہوئی یہ تو تجارت ہو گئی مشروط اطاعت ہو گئی کہ اگر میرا کاروبار صحیح رہے گا، میری بیوی کی صحت ٹھیک ہو گی، میرے بچے ٹھیک رہیں گے تو میں نمازیں پڑھوں گا۔ یہ اطاعت اللہ کو نہیں چاہیے۔ اللہ کی ذات ایسی ہے، اس کی شان ایسی ارفع و اعلیٰ ہے اس کی ذات اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ اس کی مخلوق اس کی اطاعت کرے۔ یہ مشروط اطاعت کا جو رواج پڑ گیا ہے اگر آپ کی دوکان میں، کاروبار میں، کوئی کمزوری ہے تو آپ کوئی کاروباری غلطی کرتے ہوں گے۔ اسی طرح صحت انسانی بنتی بھی

ہے، بگڑتی بھی ہے۔ اللہ کریم کا اپنا ایک نظام ہے۔ کافر صحت مند بھی رہتا ہے بیمار بھی ہوتا ہے۔ کاروبار میں نفع بھی کماتا ہے نقصان بھی ہوتا ہے۔ دنیا کا ایک نظام ہے جو اس نے ترتیب دے دیا ہے اور وہ مومن و کافر سب پر لاگو ہے۔

چل رہا ہے چلتا رہے گا۔ اسی نظام کے اندر ہم نے رہنا ہے ہمارے بس میں نہیں ہے کہ اس کو بدل دیں۔ فطرت کے نظام کو ہم نہیں بدل سکتے۔ ہم درختوں پر بچے نہیں اُگا سکتے۔ ہم گھاس کی طرح زمین سے انسانوں کو پیدا نہیں کر سکتے۔ جو فطرت کا اصول ہے سارے کام اس کے مطابق ہوں گے۔ اب وہ کام ہماری پسند کے مطابق ہوں، بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ ہمیں ایک چیز بہت پسند ہے ہم چاہتے ہیں کہ اس طرح ہونی چاہیے۔ ہوسکتا ہے وہ ہمارے حق میں بہتر نہ ہو نقصان دہ ہو۔ کیونکہ اس کے نتائج تو اللہ نے پیدا کرنے ہیں ہم نہ تو اس کے نتائج پیدا کرنے پر قادر ہیں نہ اس سے واقف ہیں کہ کیا نتیجہ ہوگا ہماری محض امیدیں ہوتی ہیں کہ ایسا ہوگا تو ویسا ہو جائے گا۔ یہ ضروری نہیں ہوتا۔ تو اللہ کریم کی شان ایسی ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے اس کی عبادت کی جائے۔ اس لیے کہ وہی عبادت کا مستحق ہے۔ اُسے زیبا ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔ اُسے زیبا ہے کہ اس کی فرمانبرداری کی جائے اور غیر مشروط کی جائے۔ ہمارے خیال میں ہمیں خوشی مل رہی ہو تو بھی اللہ کی عبادت کی جائے اور اگر ہمیں دکھ مل رہا ہے تو بھی اللہ ہی کی عبادت کی جائے۔ اور اللہ کی اطاعت کیا ہے؟ اللہ کی عبادت کیا ہے؟ یہ سکھانا منصب رسالت ہے اسی لیے نبی کریم ﷺ کی بھی غیر مشروط اطاعت ہوگی۔ چونکہ آپ ﷺ کی اطاعت عین اللہ کی اطاعت ہے۔ حضور ﷺ دین کے معاملے میں، اطاعت الٰہی کے معاملے میں، اپنی طرف سے کچھ ارشاد نہیں فرماتے اس پر اللہ کریم کی گواہی موجود ہے۔ فرمایا: وَمَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡھَوٰی (النجم)

جب تک آپ ﷺ پر وحی مبارک نہیں آتی آپ اپنی مرضی سے کچھ ارشاد نہیں فرماتے۔ تو جو لوگ عبادت بھی کرتے ہیں اور ذکر بھی کرتے ہیں کہ ذکر کثیر کا حکم دیا گیا تو فرمایا ذکر کثیر کا حاصل یہ ہے کہ اللہ کی غیر مشروط اطاعت اور اللہ کی غیر مشروط عبادت کی توفیق نصیب ہو جائے۔ بعض احباب کو جنھیں اللہ نے ذکر کی توفیق عطا فرمائی ہے، انہیں تجسس ہوتا ہے اور بڑی زیادہ فکر ہوتی ہے کہ میرے مراقبات کہاں ہیں، میرے مقامات کیا ہیں میں کہاں پہنچا ہوں؟ بھئی میاں یہ تو سامنے کی بات ہے اللہ کریم نے ثمرات ارشاد فرما دیئے کہ تم ثابت قدم رہو، کثرت سے اللہ کا ذکر کرو تو اطاعت الٰہی نصیب ہوگی، اتباع محمد رسول اللہ ﷺ نصیب ہوگا۔ اور اس دنیا میں جتنی نعمتیں رب کریم نے پیدا فرمائی ہیں اُن میں سب سے اعلیٰ نعمت اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت ہے۔ سب سے بڑا مقام و مرتبہ اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ کی اطاعت ہے۔ تو ذکر اذکار کا، مجاہدے کا، عبادات کا بھی نتیجہ اگر کوئی دیکھنا چاہے تو وہ اپنے کردار پر نظر کرے۔ کتنا اس کا کردار اتباع رسالت، اتباع سنت میں ڈھل گیا ہے۔ جتنا اتباع سنت میں ڈھل گیا ہے اتنا اس پر اللہ کا کرم ہے، اتنے اس کے منازل ہیں، یہی سب سے اعلیٰ درجہ ہے۔ اور فرمایا: وَلَا تَنَازَعُوا آپس میں جھگڑا نہ کرو۔ یہ ضروری ہے کہ جہاں بہت سے افراد جمع ہوں گے وہاں بہت سی آرا بھی ہوں گی، ہر بندے کی سوچ کی، فکر کی اپنی استعداد ہے، اپنا علم ہے، اپنی معلومات ہیں۔ اپنی رائے سے وہ بھلا برا متعین کرے گا تو اگر ہزار آدمی ہیں تو ہزار رائے بھی آسکتی ہیں۔ پانچ سو آدمی ہیں تو پانچ سو رائے بھی آسکتی ہیں اور اس آیت کے مخاطب ہیں اصحاب بدر جو تین سو تیرہ تھے۔ تو تین سو تیرہ رائے بھی تو آسکتی ہیں۔ کہ کس طرح سے حصہ لیا جائے، کیا اقدام کیا جائے، کیا نہ کیا جائے۔ فرمایا لیکن اختلاف رائے میں حرج نہیں ہے۔ اگر ہر کوئی اپنی طرف سے بہتری کی رائے دیتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بات کے مختلف پہلو سامنے آجائیں گے۔ لیکن رائے دو، رائے کو دوسرے پر ٹھونسنے کی کوشش نہ کرو۔

یہ جھگڑا ہوتا ہے۔ وَلَا تَنَازَعُوْا رائے دینا منع نہیں ہے لیکن اپنی رائے دوسرے پر ٹھونسنا اور اس بات پر اڑ جانا کہ جو میں کہہ رہا ہوں وہی ہوگا یہ جھگڑا ہوتا ہے۔ تو آج کل جو ہمارے فسادات ہو رہے ہیں بالخصوص جو مذہبی جھگڑے ہوتے ہیں اُن میں یہی بنیاد ہوتی ہے کہ ہر بندہ اپنی رائے دوسرے سے بھی منوانے کی کوشش کرتا ہے۔ بھئی اگر مجھے رائے رکھنے کا حق حاصل ہے تو آپ کو بھی ہے۔ میں اپنی رائے پیش کرسکتا ہوں آپ کو بتا سکتا ہوں، اب آپ کی مرضی ہے آپ اس کے مطابق کرتے ہیں یا اپنی رائے کے مطابق کرتے ہیں۔ تو رائے دینا ایک بات ہے لیکن اس پر اڑ جانا اور یہ ضد کرنا کہ ضرور اسی پر عمل ہو یہ جھگڑا ہے فرمایا: وَلَا تَنَازَعُوْا جھگڑا نہ کرو۔ اگر تم آپس میں جھگڑا کرو گے فَتَفْشَلُوْ تو تمہاری طاقت بکھر جائے گی۔ کم ہمت ہو جاؤ گے۔ گروہوں میں بٹ جاؤ گے جو قوت اتحاد و اتفاق و یکجائی میں ہے وہ چھوٹے چھوٹے گروہوں میں تقسیم ہو کر من حیث القوم تمہیں کمزور کر دے گی۔ وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ پھر تو کافر بھی تم پر ہنسیں گے تمہاری کوئی حیثیت نہیں رہے گی۔ تمہاری طاقت کمزور پڑ جائے گی۔ وَاصْبِرُوْا اور صبر اختیار کرو۔ صبر کا معنی ہوتا ہے اپنے آپ کو روک لینا۔ اپنے آپ پر قابو پالینا۔ صبر کا لغوی معنی ہے جیسے کوئی سوار دوڑتے ہوئے گھوڑے کو لگام کھینچ کر روک لیتا ہے۔ روک لینا، قابو پالینا۔ فرمایا وَاصْبِرُوْا اور صبر کرو۔ اگر تمہاری ایک رائے ہے تم نے پیش کر دی تو اب کام وہ ہوگا جس کے کرنے کا امیر حکم دے گا۔ بدر میں تو امیر محمد رسول اللہ ﷺ تھے اور آپ ﷺ ہمیشہ کے لیے امت کے امیر ہیں۔ کام وہ ہوگا جس کا حکم بارگاہ رسالت سے ملے گا بندہ مومن کا کام اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنا ہے۔ اب معاملہ تھا جنگ کا، میدان بدر میں آ گئے۔ 313 لوگ تھے ان کے پاس اسلحہ بہت کم تھا، سواریاں نہ ہونے کے برابر تھیں، خوراک بہت کم تھی اور مقابلے میں ایک لشکر جرار چڑھا آ رہا تھا۔ اور مکہ مکرمہ کے چنے ہوئے جنگجو شہسوار تھے۔ چنے ہوئے امراء اور جرنیل تھے۔ بے پناہ ان کے پاس راشن بھی، اسلحہ بھی، گھوڑے بھی، سواریاں بھی، اسباب بھی بہت تھے تو اس میں ظاہر ہے رائے میں اختلاف تو ہوا۔ کچھ حضرات نے عرض کی حضور ہم تو نکلے تھے قافلے کو روکنے کے لیے تو ہمیں قافلے کی طرف چلنا چاہیے۔ کچھ نے کہا اگر ہم قافلے پر قابو نہیں پا سکتے تو ہمیں واپس ہو جانا چاہیے لیکن اللہ کو جو منظور تھا اللہ کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہ حکم دیا۔ اور جتنے مجاہد جتنے خادمانِ رسالت میدان بدر میں موجود تھے کسی نے اپنی رائے پر اصرار نہیں کیا۔ اسی پر عمل کیا جو حضور ﷺ نے حکم دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا مقابلہ ہوگا تو سب نے کہا مقابلہ ہوگا، اسباب ہیں یا نہیں، وسائل ہیں یا نہیں قوت ہے یا نہیں اگر مارے جائیں گے تو کوئی پرواہ نہیں فرمان نبوی تو پورا ہو جائے گا اور ہم شہادت سے سرفراز ہو جائیں گے۔

جب اللہ کا نبی ﷺ حکم دے رہا ہے تو پھر ہمیشہ کے لیے یہ اصول فرمایا جا رہا ہے وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو وَلَا تَنَازَعُوْا آپس میں جھگڑا نہ کرو فَتَفْشَلُوْا جھگڑا کرو گے تو کمزور پڑ جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ تمہارے بارے میں باتیں باہر جائیں گی وہ تمہاری کمزوری کا سبب بنیں گی۔ یہ تو بکھرے ہوئے ہیں ان کا تو آپس میں بھی اتفاق نہیں ہے۔ یہ اصول زندگی کے سارے امور میں کار فرما ہے۔ فرمان نبوی ﷺ سے دور ہوئے تو ملک میں دیکھ لیں ایک افراتفری ہے۔ حکومت کچھ کہتی ہے، اپوزیشن کچھ کہتی ہے، دیگر جماعتیں کچھ اور کہتی ہے غرض جتنی جماعتیں ہیں اتنی ہی باتیں ہیں۔ باتیں کرنے میں حرج نہیں ہے اگر مشورے دیں رائے دیں تو کوئی حرج نہیں لیکن ہر جماعت یہ چاہتی ہے جو ہم کہہ رہے ہیں اسی پر عمل کیا جائے۔ یہ جھگڑا ہوتا ہے اور اس جھگڑے میں آپ اپنی بین الاقوامی حیثیت آج دیکھ لیں کہ دنیا ہم پر ہنس رہی ہے کہ انھوں نے کیا تماشہ بنایا ہوا ہے۔ تو نزول قرآن سے لے کر قیامت تک چونکہ نبوت محمد رسول اللہ ﷺ کی ہے تو قرآن کا نزول

خاص ہے لیکن احکام قیامت تک عام ہیں۔ اصول عام ہیں۔تو فرمایا اللہ کی اطاعت، اللہ کے رسول کی اطاعت کرو اور جھگڑا نہ کرو ورنہ کم ہمت ہو جاؤ گے تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرو، اپنے آپ پر قابو پاؤ، خود کو دوسروں پر مسلط نہ کرو بلکہ خود کو اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت پر روک لو اس سے باہر نہ جاؤ۔ اپنے آپ پر قابو پاؤ۔ غصے میں بھی خوشی میں بھی۔ انسان غصے میں کچھ کر بیٹھتا ہے یا جذبات میں کچھ کر بیٹھتا ہے۔ فرمایا جذبات پہ قابو پاؤ یہی تو اسلام ہے۔ کہ اپنی رائے پر قابو پاؤ اور اللہ اور اللہ کے رسول کے فرامین پر اپنے آپ کو روک لو صبر کرو جم جاؤ۔ اس لیے کہ جو لوگ صبر کرتے ہیں اپنے آپ کو اطاعت الٰہی اور اطاعت پیغمبر ﷺ کا پابند بنا لیتے ہیں اور اس دائرے سے باہر نہیں جاتے اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیۡنَ. یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ انھیں معیت باری نصیب ہوتی ہے اور اللہ جس کے ساتھ ہے وہ کامیاب ہی کامیاب ہے، ہر حال میں کامیاب ہے، دنیا اور آخرت میں کامیاب ہے، گھریلو زندگی اور قومی زندگی میں بھی، موت، قبر اور آخرت میں بھی کامیابی اس کے ساتھ ہے کہ اللہ اس کے ساتھ ہے۔ تو صبر ایک ایسی صفت ہے کہ خود کو روکنا اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت پر اور اس لائن کو کراس نہ کرنا، اس حد کو عبور نہ کرنا یہ اتنی بڑی صفت ہے کہ اس بندے کو اللہ کا ساتھ، اللہ کی معیت نصیب ہو جاتی ہے۔ اور فرمایا تمہارے سامنے ہے قریش مکہ کا جو لشکر، مشرکین مکہ کا جو لشکر نکلا ہے اُن کی طرح نہ ہو جاؤ وہ اللہ اور اللہ کے رسول کی صرف اطاعت سے نہیں نکلے بلکہ احکام الٰہی اور احکام نبوت کو، اُن کے ماننے والوں کے سمیت مٹا دینا چاہتے ہیں۔ اور وہ اس میں بھی مخلص نہیں ہیں فرمایا: وَ لَا تَکُوۡنُوۡا کَالَّذِیۡنَ خَرَجُوۡا مِنۡ دِیَارِہِمۡ بَطَرًا وَّ رِئَآءَ النَّاسِ. (انفال) ان لوگوں کی طرح مت ہو جاؤ جو اپنے شہر سے اپنے ملک سے نکلے ہیں اتراتے ہوئے اور دکھاوے کے لیے یعنی اپنے مقصد سے گو ان کا مقصد بہت برا ہے اس سے انہیں باز آنا چاہیے لیکن اس برے مقصد کے ساتھ بھی اُن میں خلوص کی کمی ہے اور دکھاوا زیادہ ہے۔ اپنی شان و شوکت لوگوں سے منوانا چاہتے ہیں، اپنی بہادری منوانا چاہتے ہیں، اپنی جرأت اور حوصلے کی تعریفیں سننا چاہتے ہیں، لوگوں کو دکھانا چاہتے ہیں۔ اور بَطَرًا بڑے نخرے سے اتراتے ہوئے نکلے ہیں اور کام کیا ہے؟ وَیَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ. اللہ کی راہ سے لوگوں کو روکنا چاہتے ہیں وَاللّٰہُ بِمَا یَعۡمَلُوۡنَ مُحِیۡطٌ. جو اعمال یہ کرتے ہیں اللہ اُن کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ یعنی اُن میں اتنی عقل نہیں ہے کہ وہ ایک عاجز مخلوق ہیں۔ اپنی مرضی سے سانس نہیں لے سکتے۔ اپنی مرضی سے دیکھ نہیں سکتے وہ اگر ان کی نگاہ بند کر دے تو دیکھ نہیں سکتے۔ اگر وہ سانسیں روک دے لے نہیں سکتے۔ زبان بند کر دے تم بول نہیں سکتے۔ ہاتھ پاؤں شل کر دے تو حرکت نہیں کر سکتے۔ انہیں اپنی حیثیت کا پتہ ہے؟ ذرا سا بخار ہو جائے دم توڑ کر بیٹھ جاتے ہیں۔ ایک دانت میں درد ہو جائے تو اس کی تکلیف سے زمین آسمان میں کوئی ٹھکانہ نہیں ہوتا فرمایا تم جانتے ہو کہ تم ہر طرح سے ہمہ وقت ہر حال میں اللہ کے قبضہ قدرت میں ہو پھر اتنی جرات کر رہے ہو؟ جو بندہ بھی گناہ کرتا ہے، اللہ اور اللہ کے رسول کی نافرمانی کرتا ہے اس کا عالم یہی ہوتا ہے کہ اس میں، اپنے آپ میں گھمنڈ آ جاتا ہے لوگوں پر اپنی دھاک بٹھانا چاہتا ہے اور اپنی مرضی سے دنیا کے نظام کو تبدیل کرنا چاہتا ہے جو ہو نہیں سکتا کہ اللہ کریم کے قبضہ قدرت میں ہے اور جب آدمی اس حال کو پہنچے کہ وہ اللہ کا، اللہ کے رسول کا نافرمان ہو جائے، لوگوں کو دکھانے کے لیے کام کرے تو فرمایا پھر اس کے ساتھ شیطان لگ جاتا ہے۔ جیسے قریش مکہ کے ساتھ لگ گیا وَاِذۡ زَیَّنَ لَہُمُ الشَّیۡطٰنُ اَعۡمَالَہُمۡ. جب اُن کے اعمال شیطان نے انھیں خوبصورت بنا کر دکھائے۔

ہم آیات کے شان نزول کے مطابق بیان کر دیتے ہیں سمجھ بھی لیتے ہیں کہ یہ مشرکین مکہ کے حق میں نازل ہوئیں وہ دکھاوے کے لیے نکلے تھے اپنا رعب جمانے کے لیے اور اللہ کی راہ سے

لوگوں کو روکنے کے لیے۔ ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ یہ آیت کا شان نزول ہے ان کا حکم قیامت تک کے لیے عام ہے۔ وہ میدان بدر میں آئے تھے رسول اللہ ﷺ کے پیغام کو روکنے کے لیے اور جو بندہ، جو گناہ بھی کرتا ہے دراصل وہ پیغام رسالت کی نفی کرتا ہے، اُسے روکنے کی بات کرتا ہے۔ انھوں نے بہت بڑا جرم کیا۔ لیکن اگر میں آپ ہم میں سے کوئی حضور ﷺ کے حکم کے خلاف کرتا ہے سود کھاتا ہے، چوری کرتا ہے رشوت لیتا ہے، دوسرے کا حق مارتا ہے، برائی کرتا ہے، شراب پیتا ہے تو یہ سارے کردار بھی تو وہی ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پیغام کے خلاف جارہے ہیں۔ اُسے روکنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ پھر بندہ جو کچھ کرتا ہے اُسے پھیلاتا ہے۔ یہ ایک عجیب فطری عمل ہے۔ یہ ایک عجیب مزاج انسانی ہے کہ جو کچھ وہ خود کرتا ہے وہ چاہتا ہے کہ سارے لوگ یہی کریں۔ جہاں تک اس کا اثر ہو جہاں تک اس کی بات ہو۔ وہ کوشش کرتا ہے، شرابی کوشش کرتا ہے سارا معاشرہ شرابی ہو جائے بدکار کوشش کرتا ہے کہ سارے لوگ بدکار ہو جائیں، چور کوشش کرتا ہے کہ سارے چور ہو جائیں۔ جس معاملے میں ہم سے سستی ہوتی ہے تو وہ صرف اطاعت الٰہی میں ہوتی ہے۔ نمازی کوشش نہیں کرتے کہ میرا معاشرہ نمازی ہو جائے، روزے دار کم کوشش کرتے ہیں کہ لوگ روزہ دار ہو جائیں ذاکرین کم کوشش کرتے ہیں کہ دوسرے بھی ذاکر ہو جائیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ میں کرتا ہوں میرے لیے کافی ہے دوسرے جانیں اُن کا کام جانے۔ ورنہ انسانی عادت ہے کہ جو وہ خود کرتا ہے اُسے پھیلانا بھی چاہتا ہے اس لیے کہ برائی کر رہا ہے تو اس کی نگاہ میں وہ برائی بھی کمال ہے۔ آپ نے لوگوں کو دیکھا ہوگا کہ جو لوگ قتل کرتے ہیں وہ اس پر فخر کرتے ہیں ایک تو ظلماً لوگوں کو قتل کر دیا پھر فخر بھی کرتے ہیں کہ میں نے اتنے بندے قتل کر دیئے میرا کسی نے کیا بگاڑ لیا۔ ڈاکے ڈالتے ہیں اور اس پہ شرمندہ نہیں ہوتے۔ اپنی مجلس میں اپنے دوستوں میں بیٹھ کر فخر یہ کہتے ہیں کہ ہم نے اتنے بینک لوٹ لیے۔ رشوت لیتے ہیں اس پہ شرمندہ نہیں ہوتے بلکہ اپنے احباب میں بیٹھ کر فخر کرتے ہیں ایسا کیوں کرتے ہیں جب کہ یہ برائی ہے۔ انسان ہے اس سے غلطی ہوگئی برائی ہوگئی لیکن وہ اس برائی پہ فخر کیوں کرتا ہے؟ فرمایا: وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ۔ شیطان اُن کی برائیاں اُن کو خوبصورت بنا کر دکھاتا ہے کہ تم نے تو بڑا کمال کر دیا۔ تو ہمیں ان آیات کریمہ کو ان کے احکام کو اپنے اوپر بھی (apply) کرنا چاہیے۔ یہ دیکھنا چاہیے کہ ہم اس کے مطابق کیا کر رہے ہیں۔ اور شیطان صرف یہی نہیں کہ دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے یا برائی کو خوبصورت بنا کر دکھاتا ہے یا بندے کو گمراہ کرتا ہے وہ اس حد تک چلا جاتا ہے کہ انسانی شکل میں آ کر انسان بن کر بندے کو مشورہ دے کر، بندے کو دھوکہ دیتا ہے۔ کچھ تو ایسے ہوتے ہیں جیسے قرآن کریم نے فرمایا: شَيَاطِيْنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اور مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ۔ یعنی کچھ انسان تو ایسے ہوتے ہیں جو مسلسل شیطان کی اطاعت کرتے کرتے خود شیطان بن جاتے ہیں۔ اور حضور اکرم ﷺ کے ارشاد گرامی کا مفہوم ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ انسانوں میں سے جو شیطان بن جاتا ہے وہ جنوں والے شیطان سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ کہ آدمی اُسے دیکھ کر سمجھتا ہے کہ یہ بھی تو بندہ ہے، یہ کام کر رہا ہے میں بھی کر لوں۔ اور عجیب بات ہے کہ لوگوں میں یہ بات صرف برائی کو دیکھ کر آتی ہے کسی کو چوری کرتا دیکھتا ہے کہتا ہے میں بھی چوری کر لوں، لیکن کسی کو نیکی کرتا دیکھ کر کوئی یہ ترغیب نہیں لیتا کہ یہ نماز پڑھ رہا ہے تو میں بھی پڑھ لوں، اس نے روزہ رکھا ہے تو میں بھی رکھ لوں، یہ اللہ اللہ کر رہا ہے تو میں بھی کر لوں یہ قرآن کریم کی تلاوت کر رہا ہے میں بھی کر لوں۔ یہ بہت کم ہوتا ہے۔ بڑے کم خوش نصیب ہیں جنھیں یہ جذبہ بھی نصیب ہو، برائی کی ترغیب میں ہر کوئی بھاگ پڑتا ہے تو فرمایا شیطان نے اہل مکہ کے ساتھ تو یہ کیا ﴿وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَ قَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَ اِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ﴾ اور اُن سے کہا آج تم سے کوئی نہیں جیت سکتا۔ کوئی

دنیا کا انسان تم پر غالب نہیں آ سکتا۔ اس لیے کہ میں بھی تمہارے ساتھ ہوں۔ ایک قبیلہ تھا، بنو بکر جسے کہتے تھے مکہ مکرمہ کے نواح میں اور سراقہ بن مالک نامی شخص اس قبیلے کا سردار تھا۔ قریش کی اور اُن کی آپس میں ٹھنی رہتی تھی۔ وہ بھی بڑا جنگجو قبیلہ تھا۔ جب بدر میں قریش میں بھی اختلاف رائے ہو گیا تھا۔ اُن کا قافلہ بچ کر نکل گیا اور مسلمان بدر کے ایک طرف تھے اور دوسرے سرے پر مشرکین مکہ تھے تو مشرکین مکہ نے آپس میں مشورہ کیا کہ اب قافلہ تو بچ کر نکل گیا۔ ہم قافلے کو بچانے آئے تھے۔ وہ بات تو ہو گئی اب ہمیں واپس چلنا چاہیے اب لڑائی کی کیا ضرورت ہے۔ تو دیکھتے ہیں کہ وہ سراقہ بن مالک جو ہے وہ ایک اپنا دستہ ساتھ لیے ہوئے شاہسواروں کا اور جنگجوؤں کا وہ بھی آ رہا ہے۔ حقیقتاً اہل مکہ کو یہ خوف تھا کہ ہم بدر کو نکل آئے ہیں۔ بڑے دور آ گئے ہیں شہر سے، اگر سراقہ بن مالک نے مکے پر حملہ کر دیا تو ہمارے گھر بار لوٹ کر لے جائے گا اور شہر کو تباہ کر دے گا۔ انھیں یہ بھی خوف تھا اس خوف سے بھی وہ واپس جانا چاہتے تھے کہ ہم خود کو یہاں لڑائی میں نہ الجھائیں یہ نہ ہو کہ ہم یہاں لڑتے رہیں اور پیچھے سے سارا شہر وہ لوٹ کے لے جائیں۔ انھوں نے دیکھا کہ سراقہ بن مالک تو آ رہا ہے اور اس کے ساتھ اس کی قوم کا ایک جنگی دستہ بھی ہے۔ اور اس نے آتے ہی کہا بھئی آپس کی ناراضگی اپنی جگہ، تمہاری ہماری ناراضگی ہے وہ اپنی جگہ لیکن یہ جو ایک نیا دین آ گیا ہے اس کو مٹانے کے لیے میں تمہارے ساتھ ہوں یہاں تو مل کر لڑیں گے۔ ان کو مٹا دیں گے پھر آپس کی باتیں آپس میں کرتے رہیں گے تو وہ کہنے لگا: وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَ اِنِّیْ جَارٌ لَّكُمْ. آج تم سے کوئی نہیں جیت سکتا میں بھی تو تمہارے ساتھ ہوں، میرے ہمراہ فوجی قوت ہے وہ بھی میں لے آیا ہوں، میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اس پر مشرکین مکہ کو اور شہہ ملی۔ ابو جہل اڑ گیا کہ نہیں لڑائی ہو گی اور آج ہم مسلمانوں کا اور ان کے نبی ﷺ کا معاذ اللہ یہ قصہ ختم کر کے واپس جائیں گے یہ روز روز کا جھگڑا ختم ہو جائے گا۔ آج جنگ ہو گی: فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰی عَقِبَيْهِ. لیکن جب مقابلے کی گھڑی آئی، جب دونوں فوجیں ایک دوسرے کے مقابل ہوئیں نَكَصَ عَلٰی عَقِبَيْهِ. تو وہ الٹے پاؤں بھاگا۔ سراقہ بن مالک تو اپنے لشکریوں سمیت بھاگ کھڑا ہوا۔ انھوں نے کہا اتنے بہادر ہو اتنے جنگجو ہو اتنے عرصے سے ہمارا مقابلہ کرتے آ رہے ہو یہ کیا بات ہوئی کہ میدان میں آئے ابھی لڑائی شروع نہیں ہوئی تو بھاگ رہے ہو؟ تو اس نے کہا: قَالَ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْكُمْ. اس نے کہا بھئی میرا تم سے کوئی تعلق نہیں ہے اِنِّیْٓ اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ. میں جو دیکھ رہا ہوں تم نہیں دیکھ رہے۔ کیونکہ اس وقت فرشتوں کے پرے کے پرے اتر رہے تھے مسلمانوں کی امداد کے لیے اور شیطان کو تو نظر آ رہے تھے۔ اس نے کہا جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں وہ تم نہیں دیکھ پا رہے ورنہ تم بھی بھاگ جاتے تو میں نہیں رکوں گا۔ جنگ کے بعد پھر کہیں سراقہ بن مالک سے کچھ مکہ کے سرداروں کی ملاقات ہوئی تو انھوں نے کہا کہ تم نے ہمیں بہت دھوکا دیا میدان میں جا کر بھاگ اُٹھے۔ تو اُس نے کہا مجھے تو تمہاری جنگ کا علم ہی نہیں میں کہاں میدان میں گیا تھا۔ مجھے تو تب پتہ چلا جب تم بدر سے شکست کھا کر مکہ پہنچے اور مکے میں کہرام مچا اور وہ بات باہر پھیلی کہ اتنے لوگ ان کے سردار مارے گئے اتنے قید ہو گئے تمہیں اتنی بری شکست ہوئی۔ تو جب یہ بات باہر پھیلی تب میں نے سنی میں کب تھا تمہارے ساتھ؟ تو شیطان یوں مجسم ہو کر، انسان بن کر، اسلحہ لگا کر، فوج ساتھ لگا کر ان کے ساتھ مل گیا تھا۔ لیکن جب اس نے مسلمانوں کی حمایت میں فرشتے اترتے دیکھے اور تجلیات باری کو دیکھا اور تو پھر بھاگ کھڑا ہوا۔ اس نے کہا اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْكُمْ. میں تمہارے ساتھ نہیں ہوں، میرا تمہارا کوئی تعلق نہیں میں تم سے بیزار ہوں اِنِّیْٓ اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ. جو میں دیکھ رہا ہوں وہ تمہیں نظر نہیں آ رہا۔ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ. قرآن نے شیطان کی بات نقل کی ہے کہتا ہے مجھے اللہ سے ڈر لگتا ہے۔ ہم بھی یہ کئی بار کہتے ہیں نا کہ اللہ

سے ڈرو، میں اللہ سے ڈرتا ہوں لیکن نافرمانی سے باز نہیں آتے۔شیطان نے بھی کہا میں اللہ سے ڈرتا ہوں لیکن نافرمانی سے باز نہیں آتا۔ نہ صرف خود نافرمان ہے اللہ کی مخلوق کو گمراہ کرنے میں ہمہ وقت لگا ہوا ہے۔ دوسروں کو نافرمان بنانے میں ہمہ وقت لگا ہوا ہے۔تو یہ ڈر ایک الگ قسم کا ہے۔ایک ڈر وہ ہوتا ہے جو اطاعت کی توفیق ارزاں کردے۔ایک ڈر وہ ہوتا ہے جسے تقویٰ کہتے ہیں۔ یہاں اللہ نے قرآن میں تقویٰ کا لفظ استعمال نہیں کیا۔خوف کا لفظ استعمال کیا ہے۔اور تقویٰ کا ترجمہ بھی ہم قرآن کریم میں ڈر ہی کردیتے ہیں خوف کا بھی ڈر ہی کردیتے ہیں۔خوف اور تقویٰ میں فرق ہے۔تقویٰ وہ ڈر ہے جو اللہ کریم کے ساتھ رشتہ عبدیت یا بندگی کا رشتہ ٹوٹ جانے کا ڈر ہوتا ہے۔ اللہ کے کرم کے رک جانے کا ڈر ہوتا ہے۔اللہ کریم کے ناراض ہوجانے کا ڈر ہوتا ہے۔ یہ ڈر جو شیطان کہہ رہا ہے۔ یہ تقویٰ نہیں ہے یہ خوف ہے۔خوف ہوتا ہے اپنے سے طاقتور کی طاقت سے ڈر جانا کہ مار پڑے گی، مارا جاؤں گا، تباہ ہوجاؤں گا۔تو یہ ڈر تو شیطان کو بھی ہے کہ اللہ قادر ہے، اللہ زبردست ہے، اللہ جبار وقہار ہے، اس کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔لیکن مقصود وہ ڈر ہے جو اطاعت پر کاربند کردے۔ جو رشتہ ہے ہمارا بندگی کا اللہ کریم کے ساتھ اُسے استوار رکھے اور وہ ڈر کہ بندگی کے رشتے میں بال نہ آجائے دوڑا نہ آجائے وہ ڈر مقصود ہے۔ کہ اطاعت الٰہی کی توفیق ہو اور اگر غلطی ہوجائے تو ڈر پیدا ہو اور بندہ توبہ کرے اور اس غلطی سے رجوع کرے اور اس غلطی کو آئندہ کے لیے نہ دہرائے اور چھوڑ دے اور اللہ کی اطاعت اختیار کرے۔

ورنہ یہاں تو شیطان بھی کہہ رہا ہے اِنِّیۤ اَخَافُ اللّٰہَ o وَاللّٰہُ شَدِیْدُ الْعِقَابِ o میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور اس لیے ڈرتا ہوں کہ اللہ کی سزائیں بڑی سخت ہیں، اللہ کی گرفت بڑی سخت ہے، اللہ کی سزا بڑی سخت ہے، تو وہ میدان سے بھاگ گیا۔لیکن یاد رکھیں وہ ڈر مطلوب ہے جو تعلق میں اور رشتے میں دراڑ نہ آنے دے۔تو قرآن کریم نے یہ بات واضح کردی کہ بعض اوقات شیطان انسانی صورتوں میں آکر بھی انسان کو گمراہ کرتا ہے۔اور پھر کچھ لوگ یا انسان ایسے ہوتے ہیں جو مجسم شیطان بن جاتے ہیں۔شیطان کا اتباع کرتے کرتے، برائی کرتے کرتے خود مجسم شیطان بن جاتے ہیں، اَلْجِنِّ وَالْاِنس انسانوں میں بھی شیطان ہوتے ہیں جنوں میں تو ہیں ہی۔تو جو شیطان انسانوں میں سے بن جاتے ہیں وہ زیادہ خطرناک ہوتے ہیں کہ بحیثیت انسان آدمی کے سامنے برائی کرتے ہیں۔بعض اوقات زبردستی مجبور کرتے ہیں کہ آؤ یار آج توبہ کرلو پھر نہ کرنا تو وہ زیادہ خطرناک ہوتے ہیں۔تو بندے کو یہ دیکھنا چاہیے کہ جو جس حد تک اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اور اللہ کے دین کی مخالفت کرتا ہے اس حد تک وہ شیطان ہے وہ انسان نہیں ہے۔ وہ کوئی بھی ہو جو بھی اللہ کے دین کی جتنی مخالفت کرتا ہے وہ تھوڑی کرتا ہے وہ تھوڑا شیطان ہے، وہ زیادہ کرتا ہے، وہ زیادہ شیطان ہے۔

آپ دیکھتے ہیں رمضان المبارک کا مہینہ آتا ہے حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ چھوٹے بڑے تمام شیاطین قید کردیئے جاتے ہیں۔ جب رمضان المبارک ختم ہوتا ہے اور جب شوال کا چاند طلوع ہوتا ہے تو ان کی زنجیریں کھول دی جاتی ہیں۔یعنی وہ کسی کو وسوسہ ڈالنے کے قابل نہیں رہتے، کسی کو گمراہ کرنے کے قابل نہیں رہتے، کلی طور پر بند کردیئے جاتے ہیں۔لیکن کیا رمضان شریف میں برائی رک جاتی ہے، ظلم رک جاتا ہے، قتل وغارت گری رک جاتی ہے، ڈاکے بند ہوجاتے ہیں، بت پرستی رک جاتی ہے، شرک رک جاتا ہے کیا برائی کے اڈے بند ہوجاتے ہیں، شراب خانے اجڑ جاتے ہیں؟ کچھ بھی تو نہیں ہوتا۔سب کچھ ویسا ہی چلتا رہتا ہے۔تو یہ پھر کون چلاتا ہے؟ یہ مساجد میں بم کون مارتا ہے، گلی پر سے گذرنے والے غریب بے روزگار لوگوں کو، مزدوروں کو، گولیوں کا نشانہ کون بنا رہا ہے یہ قتل عام کون کررہا ہے؟ یہ وہ شیاطین کررہے ہیں جو انسان سے شیطان بن گئے۔ رمضان شریف میں ایک حد تک ضرور فرق پڑتا ہے لیکن اُن لوگوں میں جن

میں ایمان باقی ہے، جن میں دین باقی ہے، وہ پہلے کی نسبت رمضان شریف میں زیادہ محنت کرنے لگ جاتے ہیں، جن میں ایمان باقی ہے وہ پہلے کی نسبت رمضان شریف میں زیادہ عبادت کرتے ہیں زیادہ نیکی کی کوشش کرتے ہیں، زیادہ صدقات و خیرات کی کوشش کرتے ہیں، زیادہ عبادات کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن جو لوگ مجسم شیطان بن چکے ہیں، انہیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ اپنی برائی اسی طرح جاری رکھتے ہیں۔ تو میرے خیال میں اگر ہم دیکھنا چاہیں تو ہمیں رمضان المبارک میں کم از کم سمجھ آ جانی چاہیے کہ یہ بندہ شیطان ہے اس کا ساتھ مجھے نہیں دینا چاہیے۔ جو رمضان میں بھی برائی کر رہا ہے، شیطان اور اس کی ذریت تو قید ہے اس کا مطلب ہے کہ یہ خود شیطان بن چکا ہے۔ ہمیں اس نظر سے بھی لوگوں کو دیکھنا چاہیے صرف یہ نہیں دیکھتے رہنا چاہیے کہ اس سے مجھے دنیاوی فائدہ ہوگا، میں اس کا ساتھ دوں گا تو مجھے پیسے ملیں گے، اس کا ساتھ دوں گا تو مجھے عہدہ مل جائے گا۔ اب تو لوگ اس بات پہ ساتھ دیتے ہیں کہ میں جرم کروں گا تو یہ مجھے چھڑا لے گا۔ اس لیے میں اسے ووٹ دوں اس کا ساتھ دوں اس کی پارٹی میں چلا جاؤں کہ میں برائی کروں گا تو یہ میری مدد کرے گا، یعنی جان بوجھ کر ہم لوگ شیاطین کے پیچھے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ برائی سے تحفظ تو شیطان ہی دے گا، برائی میں تعاون تو شیطان ہی کرے گا، وہ جنوں سے ہو یا انسانوں سے ہو۔ معاشرے میں وہ بڑا سمجھا جاتا ہو یا چھوٹا، جو برائی میں تعاون کرے گا وہ تو شیطان ہی ہوگا۔ ہم پر ایسا زوال آ گیا ہے اللہ ہم پر رحم فرمائے ہمیں توبہ کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی اور اپنے نبی ﷺ کی اطاعت کی توفیق عطا فرمائے۔ ایسا عجیب وقت آ گیا ہے کہ ہم لوگ خود بدکاروں کو تلاش کرتے ہیں کہ میں اس کا ساتھ دوں میں جب برائی کروں گا تو یہ میری برائی میں میرا ساتھ دے گا۔ تو لوگو ساتھ دینے کے لیے یہ سوچنا چاہیے کہ اس کا ساتھ دیں جو خود نیکی کر رہا ہے میں اس کے ساتھ لگوں گا تو مجھے بھی کوئی نیکی نصیب ہو جائے گی۔ دنیا وقتی اور لمحاتی بات ہے، کسی کے پاس کوئی سند نہیں ہے کہ اگلا لمحہ سانس آئے گی یا نہیں آئے گی، آنکھ دیکھے گی یا بند ہو جائے گی، میں تقریر کر رہا ہوں میرے پاس کوئی ضمانت نہیں ہے کہ میں اسے مکمل کروں گا یا اگلا لفظ زبان سے نکلے گا یا اس سے پہلے زندگی ساتھ چھوڑ جائے گی۔ جب زندگی کا یہ سورج ڈوبے گا تو آخرت تو حقائق کا جہاں ہے۔ اب ہم جو کچھ کرتے ہیں اللہ کے فرشتے لکھتے جاتے ہیں۔ اللہ کریم خود دیکھ رہے ہیں ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ اپنے ذاتی علم سے جانتے بھی ہیں۔ لیکن پھر تو ہر کوئی جاننے لگ جائے گا۔ آخرت میں تو سب کچھ سامنے آ جائے گا۔ اگلے ہی لمحے جس بندے کو قبر میں سونا ہے وہ دنیا میں حکمران بن گیا تو کیا، فقیر رہا تو کیا فرق پڑے گا۔ فرق تو اس حقیقت پر پڑے گا کہ کس کردار کا نتیجہ قبر میں، برزخ میں اور آخرت میں، قیامت میں، جنت دوزخ میں کیا ہے؟ میرے بھائی دنیا کا مال اگر مل بھی گیا تو کیا ہوگا، مالدار لوگ مال کیا ساتھ لے جاتے ہیں؟ دولت مند لوگ کیا دولت کے بل پہ بخشے جائیں گے؟ جتنا مال ہوگا جتنی آپ کی حیثیت ہوگی اتنی جواب طلبی بھی سخت ہو جائے گی۔ اتنا حساب بھی سخت ہو جائے گا۔ دنیا کے وسائل، اکمال الشیم میں صاحب اکمال الشیم لکھتے ہیں کہ اگر تو دنیا کے دکھوں اور مصیبتوں کو کم کرنا چاہتا ہے تو اپنے پاس دنیا کا سامان کم کر دے تیری مصیبتیں کم ہو جائیں گی۔ جتنا تیرے پاس دنیا کا سامان ہوگا دولت اور اسباب ہوں گے، گاڑیاں، کوٹھیاں ہوں گی، اتنی مصیبتیں بھی زیادہ ہوں گی۔ جتنا دنیا کا مال کم کرتا چلا جائے گا تیری مصیبتیں اتنی کم ہوتی چلی جائیں گی۔ اب جو مصیبتیں بڑے بڑے جاگیرداروں یا بڑے بڑے ایوانوں میں رہنے والوں اور بڑے بڑے حکمرانوں کو ہیں وہ کسی فقیر کو تو نہیں ہیں۔ اس کو تو وہ دکھ نہیں ہیں۔ تو دنیا کا سامان نہ صرف دنیا میں دکھ دیتا ہے بلکہ آخرت میں بھی بہت بڑی آزمائش بن جائے گا، پائی پائی کا حساب دینا پڑے گا کہ کہاں سے لی کہاں خرچ کی، کس کا حق تھا؟ تیرا حق تھا یا نہیں، تو نے کس کو دی وہ اس کا مستحق تھا یا نہیں، پھر تیری ایک حیثیت تھی تو نے اس میں اللہ کے دین کی کیا خدمت کی، دین کے مخالف کتنے کام کیے؟ لیکن ہمیں

شیطان نے غافل کر دیا ہے اور ہمیں آخرت بھلا دی ہے ہم آنکھیں موند کر دنیا کے اقتدار کے پیچھے مال و دولت کے پیچھے دیوانہ ہو رہے ہیں۔ اور جائز و ناجائز ہر طرح سے لے رہے ہیں۔ بات چل رہی تھی میدان بدر کی۔ میدان بدر تاریخ انسانی میں کمزوروں، غرباء مساکین اور ساری مخلوق کے حقوق کا عالمی دن ہے جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی کہ رسول اللہ ﷺ اپنے وقت کے جابر ترین لوگوں سے، بہت بڑی فوج سے، اللہ کے حکم پر اللہ کے بھروسے پر اپنے چند جانثاروں کو لے کر ظلم کے خلاف مجبوروں، محکوموں اور غلاموں کے حقوق کے لیے سینہ سپر ہو گئے اور کفر کی بہت بڑی طاقت کو خاک نشین کر دیا۔ اور تباہ و برباد کر دیا۔ مجھے دکھ ہوتا ہے کہ ہم شکاگو کے غیر مسلم مزدوروں کو یہ ایوارڈ دیتے ہیں اور اُن کا دن مناتے ہیں۔ حالانکہ انھیں مارنے والے انھی کے بھائی تھے، انھی کے ہم مذہب تھے اور ان کے حکمران تھے۔ اور مرنے والے بھی وہی لوگ تھے اور یہ تو محض مزدوروں کا تھا۔ واقعہ بدر تو پوری دنیا، پوری انسانیت کے حقوق کی جنگ تھی جو محمد رسول اللہ ﷺ نے میدان بدر میں لڑی۔ اور اسلام واحد دین ہے جس نے سب کو حقوق دیے۔ آپ تاریخ اُٹھا کر دیکھ لیں، حضور اکرم ﷺ سے پہلے عورتوں کے کیا حقوق تھے؟ غلاموں کے کیا حقوق تھے، غریبوں کے کیا حقوق تھے، مزدور کو کیا ملتا تھا، قانون اور عدالتیں کہاں تھیں؟ دنیا میں اس نام کی کوئی چیز نہیں تھی طاقتور جو کر سکتا تھا وہ اپنے کمزور کے ساتھ کرتا تھا اور اسے کوئی روکنے والا نہیں تھا۔ اس سارے ظلم و تشدد و جبر کو اسلام نے ختم کیا۔ آج بات ہوتی ہے خواتین کے حقوق کی، مزدوروں کے حقوق کی، عوام کے حقوق کی، آزادی رائے کی، جمہوریت کی، یہ ساری چیزیں کہاں تھیں؟ یہ کس نے دیں؟ آج تو لوگوں نے حقوق بھی اپنی مرضی سے گھڑ لئے ہیں۔ جو جس کا حق نہیں بنتا وہ اس کا بھی مطالبہ کئے جا رہا ہے کہ یہ میرا حق ہے۔ ایک معیار تھا جو اللہ نے دیا اور اللہ نے حقوق مقرر کر دیئے خواتین کو حقوق ملے، مزدوروں کو حقوق ملے، غریبوں کو حقوق ملے، قیدیوں کو حقوق ملے، غلاموں کو حقوق ملے حتیٰ کہ کفار کو بھی انسانی حقوق ملے تو وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی مبارک جوتیوں کی خاک سے ملے۔ اس بات کو کہتے ہوئے آج ہم ڈرتے ہیں کوئی سیاستدان، کوئی حکمران اس کا نام نہیں لیتا۔ حق بات تو یہ ہے کہ یہ ساری نعمتیں، انسانی بھلائی کی ساری نعمتیں اللہ کی عطا ہیں اور بعثت محمد رسول اللہ ﷺ پر انسانوں کو نصیب ہوئیں۔ اللہ کریم ہمیں یہ شعور عطا فرمائے کہ میدان بدر کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ افرادی قوت میں عرض کر رہا ہوں کم تھی لیکن ایک ایک فرد میں کتنی قوت تھی۔ یہ بھی دیکھا جائے کہ ایک طرف محمد رسول اللہ ﷺ تھے اللہ کے محبوب ترین بندے اور آپ کے غلام تھے اسے کہتے ہیں فنافی الرسول. جو، ان 313 نے میدان بدر میں ثابت کیا کہ جدھر ابرو پیغمبر کا اشارہ ہو جائے وہاں نفع و نقصان کا خیال نہیں وہاں یہ ہے کہ اطاعت میں کمی نہ آئے مریں یا جئیں، کٹ جائیں لیکن اطاعت میں کمی نہ آئے۔ اِسے کہتے ہیں فنافی الرسول. اور پھر واحد وہ جماعت تھی جس کی نصرت کے لئے اللہ نے قرآن میں گواہی دی تھی میں نے فوجوں کی فوجیں، پروں کے پرے فرشتوں کے نازل فرمائے یعنی وہ جو فوجوں کی اصطلاح ہوتی ہے نا (Formation) ہیں، جماعت بن کر یا گروپوں میں بن کر (Formation) بن کر، قرآن کریم کہتا ہے اسی طرح فرشتوں کی (Formations) نازل فرمائیں۔ کیا عجیب لوگ تھے کہ جن کے ساتھ مدد کرنے کے لئے اور کیا عجیب کام تھا کہ جس میں مدد کرنے کے لئے اللہ کے مقرب فرشتے بھی زمین پر اترے۔ تو آج جو حضور ﷺ کی اطاعت کرتا ہے اُسے تائید باری بھی نصیب ہوتی ہے فرشتے بھی اس کے لئے دست بہ دعا ہوتے ہیں۔ فرشتے بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔ اور نافرمانی رسالت پناہی دو عالم سے محرومی کا نام ہے۔ اللہ اس سے ہمیں اپنی پناہ میں رکھے۔ اپنی اور اپنے حبیب ﷺ کی اطاعت کی توفیق عطا فرمائے۔

و آخر دعونا ان الحمد للّٰہ رب العلمین.

ooo

حضرت عمرؓ پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ زخم جان لیوا تھے۔ مگر اس نازک گھڑی میں بھی آپؓ اپنے فرائض سے غافل نہیں رہے تھے۔ لوگوں نے کہا کہ امیر المومنین وصیت لکھ دیجئے اور کسی کو اپنا جانشین مقرر فرما دیجئے۔ تو آپؓ نے فرمایا اس کام کیلئے چھ آدمیوں سے زیادہ کوئی مستحق نہیں ہوسکتا جن سے رسول اللہ ﷺ تمام عمر خوش رہے اور وفات کے وقت بھی ان سے راضی تھے۔ پھر آپؓ نے ان صحابہ کرامؓ اجمعین کے نام بتائے۔ علیؓ بن ابی طالب، عثمانؓ بن عفان، زبیرؓ بن عوام، طلحہؓ بن عبید اللہ، سعدؓ بن ابی وقاص اور عبدالرحمٰنؓ بن عوف اور فرمایا عبداللہ بن عمرؓ بھی تمہارے ساتھ مشورے میں شامل ہوگا۔ لیکن وہ خلیفہ بننے کا اہل نہیں اور امت مسلمہ سے اپیل کی کہ ان کو تین دن کا وقت دیں، یہ کسی مکان میں رہ کر تین دن میں فیصلہ کریں اور ان پر لازم ہے کہ تین دن میں اپنا امیر مقرر کرلیں اور اگر تین دن میں یہ فیصلہ نہ کرسکیں تو تمہیں اجازت ہے کہ تین دن کے بعد اس گھر میں گھس کر انہیں قتل کردو۔ جس لمحے آپؓ یہ نصیحت فرما رہے تھے، آپؓ شدید زخمی حالت میں تھے کہ آپ کو دوا پلائی گئی تو وہ زخموں کے راستے باہر آگئی اور پھر دودھ پلایا گیا تو وہ بھی زخموں سے باہر آگیا۔ آج ہم تاریخ اسلام اٹھا کر دیکھیں تو کبھی بھی فیصلے اتنے تاخیر سے نہیں ہوئے جتنے اب۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے انتخاب کے وقت اگر تاخیر ہوجاتی تو امت مسلمہ کسی بحران کا شکار ہوجاتی۔ لیکن بروقت فیصلہ لیکر امت مسلمہ کو ایک پلیٹ فارم پہ اکٹھا کرلیا گیا۔ اسی طرح حضرت عمرؓ نے فیصلہ کرنے کا اختیار دیا لیکن عوام، رعایا کو اختیار دیا کہ اگر تمہیں یہ انتظار کی مشقت میں ڈال دیں تو ان کو گھر میں گھس کر قتل کردینا۔ وہ دور، آج کے دور کی طرح نزاکت بھرا تھا۔ لیکن اس طرح کبھی نہیں ہوا تھا کہ بروقت فیصلہ نہ ہو۔ عدالتیں، جائے وقوعہ پر لگتی تھیں۔ فیصلے انصاف پہ ہوتے تھے۔ امیر المومنین بھی عدالت کو جوابدہ ہوتا تھا۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے ایک گھوڑے کا سودا کیا اور قیمت کا تعین ہوگیا اور آپ نے سواری کرنا چاہی۔ گھوڑا ٹھوکر لگنے سے لنگڑا ہوگیا۔ مالک نے کہا کہ مجھے پیسے دیں۔ امیر المومنینؓ نے کہا کہ فیصلہ کروا لیتے ہیں۔ اور فیصلہ کرنے والے نے امیر المومنینؓ کو حکم دیا کہ وہ گھوڑے کے مقررشدہ نرخ ادا کریں یا گھوڑا صحیح حالت میں واپس کریں اور حضرت عمرؓ نے فیصلہ قبول کیا۔ آج قاتل، فراڈی، ڈکیت سرعام گھوم رہے ہیں، بلکہ سرکاری پروٹوکول میں گھوم رہے ہیں۔ کوئی احتساب نہیں اور کوئی پوچھنے والا نہیں، دس سال سے کم عرصے میں کسی مقدمے کا فیصلہ کرنے سے عدالت معذور ہے۔ کیا یہ انصاف ہے؟

حکمرانوں کو ایک غیر قانونی اقدام کو منسوخ کرنے میں ملکی سلامتی خطرے میں پڑی نظر آتی ہے۔ لوگ بھوکے مر رہے ہیں اور حکمران ٹیکس پہ ٹیکس لگائے جارہے ہیں۔ جبکہ اسلام میں حکومت وقت عارضی طور پہ ٹیکس لگا سکتی ہے۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ کو طبیب نے کہا کہ آپ جو نہ کھائیں اور ویسے بھی ایک آدمی کے لئے مدینہ منورہ میں گندم ملنا مشکل نہیں۔ تو آپ نے فرمایا مدینے کے باسی تو قحط کی وجہ سے جو کھانے پہ مجبور ہوں اور میں گندم کھاؤں۔ یہ نہیں ہوسکتا۔ آج اپنی سلامتی کے نام پہ اندھا دھند سرکاری پیسہ خرچ کیا

جاتا ہے اور بہانہ یہ ہوتا ہے کہ ملکی سلامتی کو خطرہ ہے۔ بھلا تم لوگ ایسے کام ہی نہ کرو کہ تمہاری نام نہاد ملکی سلامتی کو خطرہ لاحق ہو سکے۔ ایران سے ایک سرکاری اہلکار حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے حضرت عمرؓ کے بارے میں دریافت کیا تو کسی نے اشارہ کیا کہ اس جانب گئے ہیں۔ وہ آپؓ کو تلاش کرتا ہوا جب پہنچا تو حضرت عمرؓ ایک کھجور کے درخت کے قریب دھوپ میں سو رہے تھے۔ جب حضرت عمرؓ سوئے تو سایہ تھا لیکن سورج کی حرکت سے وہ ہٹ گیا اور اس شخص کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور اس نے کہا کہ عمرؓ تو نے انصاف کیا اور تو سکون کی نیند سویا۔ بنگال الگ ہو گیا۔ جب تک وحدت کی زنجیر قائم تھی، اکٹھے رہے اور پھر الگ ہونا ہی تھا۔ جب ملک بنا تو پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ، اب مقصد صرف الفاظ رہ گئے اور وہ بھی اب ناپید ہو گئے ہیں۔ تو کس طرح یہ دونوں اکٹھے رہ سکتے ہیں۔ امت مسلمہ کی مثال جسم کی طرح تھی کہ ایک حصے کو تکلیف ہو تو سارا جسم تڑپ اٹھتا ہے اور آج انگ انگ زخمی ہے لیکن حکمرانوں میں تڑپ ناپید ہے۔ کیا ہم مسلمان ہیں؟ مجھے یہ سوچنا پڑ رہا ہے کہ کیا ہم مسلمان ہیں کہ دوسروں کے مال، جان، عزت کو امان دینے والے آج اپنی ہی بیٹی (ڈاکٹر عافیہ) کو کافروں کے ہاتھوں بیچ دی۔ ڈاکٹر عافیہ پر جنسی تشدد سے لیکر، تشدد کا ہر حربہ استعمال کیا گیا۔ جب مجھے تفصیلات کا علم ہوا کہ جیل میں تشدد کے نتیجے میں سب سے زیادہ شور ایک مسلمان عورت کا ہوتا تھا تو میں تصور کر کے ہی کانپ گیا کہ آج ہمارے ملک کی پولیس برا حال کر دیتی ہے، عورتوں پہ بھی دست درازی سے باز نہیں آتی۔ نجی ٹی وی چینلز پہ یہ مناظر بار ہا دکھائے جاتے ہیں۔ چلیں ایک سپاہی ایسا کرے تو الگ بات لیکن تھری سٹار انسپکٹر حضرات کو میڈیا پہ دکھایا جاتا ہے۔ جبکہ یہ اسی قوم کا حصہ ہیں اور ہم میں سے ہیں اور مسلمان ہیں، لیکن وہ مسلمان تو نہیں بلکہ کفر کی اتھاہ گہرائیوں میں گرے ہوئے ہیں، جن کو ہم اپنے بیٹے اور بیٹیاں بیچتے رہے۔ کیا حکمرانوں نے کسی کافر کو بھی بیچا تھا؟ نہیں۔ سب مسلمان تھے۔ حکومت آج سب کی واپسی کا مطالبہ کرتی تو ایک اعتماد بحال ہوتا۔ لیکن اعتماد بحال کرنا چاہتے ہی نہیں۔ اگر انصاف پہ چلنے والے حکمران آج بھی ہمیں مل جاتے تو نظام عدل کی وجہ سے جتنی صعوبتیں انھوں نے برداشت کی تھی آج اس نظام کو تہہ و بالا کر دیتے اور اس کی جگہ ایسا نظام اب تک آ چکا ہوتا جو عوام کو تحفظ کا احساس دلاتا اور ایک اعتماد بحال ہوتا۔ اور اگر حکمران سچے ہیں کہ they are clean hands تو اپنے آپ کو اس نظام کے سامنے پیش کر دیتے۔ دیگر کس بات کا انتظار کر رہے ہیں، کس سسٹم کی بحالی کی بات کر رہے ہیں جو انصاف نہیں دے سکتا، جو غریب کا پیٹ نہیں پال سکتا، جو حفاظت نہیں کر سکتا، یہ دے کیا سکتا ہے سوائے ضلالت کے، یہ کافرانہ نظام ہمیں غلام بنانے کر رکھنے کے لئے بنایا گیا تھا۔ آج عوام چاہتی ہے کوئی ایسا لیڈر سامنے آئے جو اس نظام کو تہہ و بالا کر دے اور اسلامی نظام لے کے آئے۔ ابھی بھی کچھ نہیں گیا اگر عوام کو ریلیف ملے۔ فوری انصاف ملنے سے ہمیں جیلوں کی ضرورت ہی نہ پڑے۔ ہمیں سوچنا ہوگا اور من حیث الامت نہ سہی لیکن من حیث القوم ہی سوچ لیں۔ ورنہ سیلاب آنے والا ہے جو کہ اپنے ساتھ سب کچھ بہا لے جاتا ہے۔ نقصان اسی کا ہوتا ہے جس کے پاس کچھ ہوتا ہے۔ جس کے پاس کچھ نہیں اس کا نقصان کیا ہوگا۔ ویسے بھی اس ظالمانہ نظام کے ہاتھوں مرتو رہا ہی ہے۔ اور مرتو ایک دن جانا ہی ہے۔ سیلاب آیا تو ایک میراثی، ایک ٹیلے پہ بیٹھا حقہ پی رہا تھا۔ لوگ بھاگ رہے تھے، سامان سنبھال رہے تھے۔ تو میراثی کو کسی نے کہا کہ تو یہاں بیٹھا حقہ پی رہا ہے، اپنا سامان سنبھال لے تو اس نے بڑے بے نیازانہ انداز میں کہا کہ "اج ای غریبی دا سواد آیا اے"۔ جس کے پاس کچھ نہیں تو وہ ان لوگوں کا تماشا دیکھ رہے ہوں گے، جب عوام کا سیلاب آئے گا۔ یہ خود ہی اپنے ڈرائنگ رومز میں بیٹھ کے انقلاب لے آئیں ورنہ انقلاب کی آوازیں تو آ رہی ہیں وہ ان کو سنائی دیں یا نہیں۔ چیف جسٹس بحال ہوتا یا نہ ہوتا، سسٹم بحال ہونا

چاہئے ،جس سسٹم کے لئے یہ ملک لیا گیا، لاالہ الا اللہ اورصرف یہ سسٹم ہی روئے زمین کی بقا کا سبب ہے اور کوئی نہیں ،آج برطانیہ ،جاپان اور دیگر بے شمار ممالک اسلامی سسٹم سے استفادہ کر کے ترقی یافتہ ممالک ہیں اور ہم پسماندہ اور غریب ممالک کی لسٹ سے نکلنا چاہ ہی نہیں رہے اور کوئی حکمران ہمیں نکالنا چاہتا ہی نہیں۔ صاحب اختیار لوگوں میں اور عوام میں خلیج بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ اور اب اس کی واپسی صرف اقدامات سے ہی ہو سکے گی۔ ہر سیاسی شخص کو اپنے مفادات سے بالاتر ہو کر سوچنا ہوگا۔ اپنے دین اور آخرت سے مخلص ہو کر اقدامات کرنا ہوں گے۔ ملک وقوم کے مستقبل کی فکر کرنا ہوگی۔ قوم سیاسی لوگوں کی سابقہ غلطیوں کو معاف کرسکتی ہے۔ اللہ کریم ،رحمٰن و رحیم ہیں اور ان سے جو بھی اپنے سابقہ گناہوں کی معافی مانگے ،معاف فرماتے ہیں۔ لیکن جو حکمران قوم کو اس ظلم (کافرانہ نظام) سے نجات دے۔ ورنہ شہید عبدالرشید غازی ایک کربلا سجا گیا ہے، اور ابھی زخم تازے ہیں، خدارا قوم کے اس فیصلے سے بچیں کہ جب یہ آپ کے گھروں میں گھس کر آپ کو فیصلہ کرنے کی مہلت نہ دیں گے کہ کس ملک کا رخ کریں ،کہاں چھپیں اور کہاں بھاگ جائیں۔ بلکہ گھسیٹ کر باہر لے آئیں گے اور اس دن کوئی جسٹس، پولیس، رینجرز، آرمی یا قانون نافذ کرنے والا ادارہ ان کو روک نہیں سکے گا۔ روئے والا نشان عبرت بن جائے گا۔ وہ وقت انصاف کا ہوگا اور سالوں، ہفتوں، دنوں میں نہیں ،لمحوں میں فیصلے ہو جائیں گے اور وہ بھی چوراہوں پہ، نہ کہ تھانوں، کچہریوں یا فرنشڈ ڈرائنگ رومز میں۔ اور یہ تو طے ہے کہ غزوۃ الہند نے برپا ہونا ہے اور اس کی ابتداء پاکستان سے ہی ہونی ہے۔

ابھی فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ انصاف میں تاخیر بھی ظلم ہے۔ اور ہر غیر اسلامی نظام انسانیت پہ ظلم ہے۔ کیونکہ اللہ کریم نے اپنے نبی کریم ﷺ کے ذریعے اصل نظام روئے زمین کو عطا کر دیا ہے۔ اس کا نفاذ ہر مسلمان پہ فرض ہے۔ کیونکہ اس نظام میں فلاح ہے۔ فیصلہ ہمارے ہاتھ میں ہے۔ حکمرانوں کے ہاتھ میں ہے۔ عوام کے ہاتھ میں ہے۔

بشکریہ روزنامہ نوائے انصاف

ضرورت رشتہ

ہماری بیٹی، ایم اے عربی پنجاب یونیورسٹی، خوبصورت ,دراز قد، عمر 27 سال کے لیے رشتہ درکار ہے پڑھے لکھے اور سلسلہ عالیہ سے منسلک فون پر رابطہ کریں:

0333.8229677

دعائے مغفرت

۱۔ ڈسکہ سے سلسلہ کے ساتھی رانا عبدالحفیظ اور رانا عارف کے والد محترم

۲۔ کراچی سے سلسلہ کے ساتھی صادق علی شاہ کے والد محترم

۳۔ ہری پور (خانپور) سے سلسلہ کے ساتھی محمد نعیم کے والد محترم

۴۔ لاہور سے سلسلہ کے ساتھی رئیس احمد خان

۵۔ پاکپتن سے سلسلہ کے ساتھ حافظ محمد سید سیاد

۶۔ پاکپتن سے سلسلہ کے ساتھی محمد صابر کی والدہ محترمہ

۷۔ راولپنڈی سے سلسلہ کے ساتھی میجر محمد رحمٰن

۸۔ ڈسکہ سے سلسلہ کے ساتھی حاجی محمد ریاض کی والدہ محترمہ

۹۔ گوجرانوالہ سے سلسلہ کے ساتھی مدثر سہیل/عبدالقیوم کے والد محترم

۱۰۔ لاہور سے سلسلہ کے ساتھ محمد ادریس

۱۱۔ مظفر گڑھ سے سلسلہ کے ساتھی محمد طلحہ بخاری کی والدہ محترمہ

۱۲۔ حیدر آباد (کوٹری سے سلسلہ عالیہ کے صاحب مجاز ساتھی میجر (ر) رشید احمد مرحوم کی اہلیہ محترمہ

وفات پا گئے ہیں دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

توسیع مسجد دار العرفان منارہ

آج سے 32 سال قبل جس مسجد کا سنگِ بنیاد حضرت مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ نے رکھا تھا آج وہ پوری دنیا کے لیے تصوف کا مرکز بن چکی ہے،
یہ وہی قافلہ ہے جسے اس کے میرِ کارواں نے نہایت مجاہدے سے شروع کیا اور یہ رواں دواں ہے توسیع کا سنگ بنیاد

حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی نے

جمعۃ المبارک بمطابق 25 مئی 2012 کو رکھا

مسجد دار العرفان کے توسیعی منصوبے پر 39 ملین روپے لاگت آئے گی اور یہ 01 سال میں مکمل ہوگا
مسجد کے ہال میں بیک وقت 4500 نمازیوں کی گنجائش موجود ہوگی۔

اگر کوئی ساتھی اس مسجد میں اپنے ایک مصلّی کا ہدیہ (جو تقریباً 15 ہزار روپے پاکستانی) اندازہ کیا گیا ہے
جمع کروانا چاہے تو دار العرفان مرکز یا ضلعی امراء سے رابطہ کر سکتا ہے

منجانب: مرکزی دفتر دار العرفان منارہ تحصیل کلر کہار ضلع چکوال

وَلَقَدۡ یَسَّرۡنَا الۡقُرۡاٰنَ لِلذِّکۡرِ فَہَلۡ مِنۡ مُّدَّکِرٍ ﴿۲۲﴾

ترجمہ: اور بلاشبہ ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان کر دیا تو کوئی ہے جو نصیحت حاصل کرے۔

اکرم التراجم

قدرت اللہ کمپنی کے تیار کردہ دیدہ زیب قرآن پاک

شیخ المکرّم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

کا تحریر کردہ آسان اور عام فہم زبان میں اردو ترجمہ

اب آپ ہماری ویب سائیٹ www.naqashbandiaowasia.com پر بھی پڑھ سکتے ہیں
شیخ المکرّم کے تازہ ترین بیانات ہر جمعہ کی شام ہماری ویب سائیٹ www.oursheikh.org پر سن سکتے ہیں

منجانب: صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان ایڈمنسٹریٹر دار العرفان منارہ 0543-562200

امیر کا حج، غریب کا حج

شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

حج کیا ہے؟ جس کے لیے سب مسلمان بڑا زور لگاتے ہیں، بڑی خواہش رکھتے ہیں۔ پوری دنیا سے ہر قوم، اور ہر رنگ کے ہر زبان کے پچیس تیس پینتیس لاکھ مسلمان وہاں ہر سال جمع ہو جاتے ہیں۔

اسلام کے جو بنیادی پانچ ارکان ہیں ان میں سے ایک رکن حج ہے۔ رکن کہتے ہیں ستون کو۔ اسلام کے بنیادی ستون یا ارکان پانچ ہیں۔ پہلا کلمہ طیبہ یعنی اللہ کی الوہیت اور نبی رحمت ﷺ کی نبوت کا اقرار۔ اس کے بعد پانچ وقت کی فرض نماز کی پابندی یہ دوسرا رکن ہے۔ تیسرا رکن ہے ہر سال رمضان المبارک کے روزے۔ چوتھا رکن حج ہے اور پانچواں زکوٰۃ ہے۔ یہ چوتھے اور پانچویں نمبر پر اس لیے ہیں کہ یہ دونوں ہر ایک پر فرض نہیں ہیں ان کے لیے ایک خاص مالی معیار ہے۔ حج اس آدمی پر فرض ہوتا ہے جو مالی اعتبار سے اس قابل ہو کہ آنے جانے کا، رہائش کا خرچ اس کے پاس ہو۔ جتنا عرصہ گھر سے باہر رہتا ہے جن کا وہ کفیل ہے ان کو خرچ دے کر جائے کسی پر بوجھ نہ بنے۔ اس کی صحت اس کو آنے جانے کی اجازت دیتی ہو کوئی ایک بات بھی ان میں سے نہ پائی جائے تو حج اس پر فرض نہیں ہوتا۔ اسی طرح زکوٰۃ ہے۔ اگر کسی کے پاس چالیس روپے ایسے ہوں جن کو سال گزر جائے اور ان میں سے کوئی پیسہ خرچ نہ کرے، اس کی ضرورت نہ پڑے، اس کی ضرورت سے زائد ہوں تو ان چالیس میں سے ایک روپیہ اللہ کی راہ میں مساکین کو، غرباء کو یا جو زکوٰۃ کا مصرف ہے ان کو دینا فرض ہے لیکن اگر وہ سال کے دوران خرچ کر دیے پھر چالیس ہو گئے تو ان پر جب تک سال نہیں گزرے گا فرض نہیں ہوگا۔ یہ ضروری نہیں کہ رجب کا مہینہ ہی زکوٰۃ کا مہینہ ہو، کسی مہینے میں آپ کے پاس پیسے جمع ہو گئے پھر جب وہ مہینہ آئے پھر جب سال پورا ہو جائے گا اس وقت ان پر زکوٰۃ لاگو ہو جائے گی خواہ وہ مہینہ رجب کا ہو یا شعبان کا ہو یا رمضان کا ہو۔ یعنی اس دولت پر سال کا گزرنا ضروری ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام میں سارا سال زکوٰۃ چلتی ہے صرف ایک مہینہ مختص نہیں ہے جیسا کہ ہم نے رواج بنا لیا ہے کیونکہ کسی ایک مہینے میں تو سب لوگوں کے پاس پیسے نہیں آتے۔ سارا سال پیسے آتے رہتے ہیں اور اگر وہ خرچ نہیں ہوتے اور کسی کا بنک بیلنس ایک سال تک محفوظ رہتا ہے، اسی طرح ایک خاص مقدار زیور کی ہے، ایک خاص مقدار گائے بھینس کی بھی ہے، ایک خاص مقدار بھیڑ اور بکریوں کی ہے اونٹوں کی ہے ایک خاص مقدار اس مال کی ہے جو ہم کاروبار کے لیے رکھتے ہیں۔ ان سب چیزوں کی فقہ میں تعداد اور ایک اندازہ موجود ہے۔ اس کے مطابق اس پر زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے زکوٰۃ کا کوئی خاص مہینہ مقرر کرنا درست نہیں ہے۔ اس وقت جب ذرائع رسل و رسائل نہیں تھے تو دور دراز جو قبائل ہوتے تھے وہ اپنی زکوٰۃ علیحدہ کر لیتے تھے یا عاملین کے پاس رکھ دیتے تھے ایک خاص وقت میں سرکاری عمال مرکز سے جاتے تھے اور وہ جمع کر لیتے تھے۔ ان سب کو پتہ ہوتا تھا کہ فلاں دن وہ آئیں گے یا فلاں مہینے میں آئیں گے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ زکوٰۃ اسی مہینے میں فرض ہوتی ہے۔ زکوٰۃ تو سارا سال چلتی رہتی ہے۔ اب حکومت تو سارا سال آدمی بھیجنے سے

رہی تو سرکاری آدمی جب رجب میں جاتے تھے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ زکوٰۃ صرف رجب میں فرض ہوتی ہے جیسے ہم نے سمجھ لیا ہے۔

یہی حال حج کا ہے کہ اگر حیثیت ہو تو مسلمان بیت اللہ شریف میں جائے۔ حج کے ارکان ہیں لیکن ان سب ارکان کا ایک ما حاصل بھی ہے، ایک نتیجہ بھی ہے اور اسے اگر آپ مختصر ترین الفاظ میں بیان کرنا چاہیں تو وہ یہ ہوگا کہ اللہ کریم کے سامنے ہتھیار پھینک دینے کا نام حج ہے۔ آدمی جو کچھ بھی کر چکا، جتنی عمر بیت چکی، اچھا کیا ہے، برا کیا ہے غلط کیا ہے یا ٹھیک، جو کچھ ہو چکا جو کچھ کرتا رہا وہ اپنی ساری حیثیت ختم کر کے دو ان سلی چادریں پہن کر یعنی اپنے اختیار اور ارادے سے کفن لپیٹ کر، غسل کر کے، دو نفل ادا کر کے بیت اللہ شریف میں حاضر ہو کر اللہ کے روبرو یہ اقرار کرتا ہے کہ خدایا جو ہو چکا وہ ہو چکا تو گزشتہ نافرمانیاں معاف کر دے آئندہ کے لیے میں وعدہ کرتا ہوں تیری نافرمانی نہیں کروں گا۔ اللہ کریم کے سامنے ہتھیار ڈالنے کا نام ہے حج۔ اب ظاہر ہے کہ کوئی زندگی میں بار بار تو شکست تسلیم نہیں کرے گا شکست یا فتح کا فیصلہ تو ایک ہی بار ہو جاتا ہے اسی لیے حج زندگی میں ایک بار فرض ہے اگر اس بار پر کوئی قائم نہیں رہتا تو دس بار بھی حج کر آئے کیا فرق پڑے گا ، انسان تو وہی ہے۔

کیا یہ صرف امراء کے لیے ہے، صاحب نصاب کے لیے ہے؟ نہیں۔ صاحب نصاب کے لیے حج عمر میں ایک بار ہے جن کے پاس وسائل نہیں ہیں، دولت نہیں ہے، ذرائع نہیں ہیں ان کے لیے ہر جمعہ حج کی فضیلت رکھتا ہے۔ یہ اللہ کی دین بڑی عجیب ہے مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ ہم لوگ اس بات پر یقین کیوں نہیں کرتے۔ آخر آپ کو کس نے بتایا کہ مکہ مکرمہ جاؤ، اتنے پیسے صرف کرو، اتنا سفر کرو، پاگلوں کی طرح وہاں گھومو تو حج ہوگا۔ کس نے بتایا؟ نبی رحمت ﷺ نے۔

وہی اللہ کا رسول ﷺ جب ارشاد فرماتا ہے کہ اگر تمہارے پاس پیسے نہیں ہیں تو تم ہر جمعہ کو حج کیا کرو تو پھر نہ ماننے کی کیا وجہ ہے، یعنی حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص فجر کی نماز ادا کرتا ہے اس غرض سے اپنی جانماز کو یا مسجد کو نہیں چھوڑتا کہ اشراق پڑھ کے جاؤں گا۔ تلاوت کرتا ہے، ذکر اذکار کرتا ہے حتیٰ کہ سورج نکل آتا ہے۔ وہ اشراق کے دو یا چار نفل پڑھ کے چلا جاتا ہے تو اسے صرف حج نہیں حج کے ساتھ عمرے کا ثواب بھی ملتا ہے۔ یعنی بغیر سفر کیے، بغیر کہیں آئے جائے، بغیر کچھ خرچ کیے ایک حج اور ایک عمرہ روزانہ اس کے لیے ہے۔

جو شخص یہ اہتمام کرتا ہے کہ مجھے جمعہ کی نماز ادا کرنی ہے اس کے لیے بالارادہ تیاری کرتا ہے، کام کاج سے فراغت حاصل کرتا ہے غسل کرتا ہے کپڑے بدلتا ہے، مسجد میں جاتا ہے، جمعے کی نماز ادا کر لیتا ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں غریب کا حج اس کی جامع مسجد ہی ہے۔ تو اگر کسی مجبوری کی وجہ سے یا کسی مصروفیت کی وجہ سے روزانہ کے حج سے محروم بھی ہے تو ہر ہفتے میں ایک حج تو کر سکتا ہے۔ اور اگر اس پر ہمیں اعتبار نہ ہو تو پھر ہمارے پاس اس کی کیا دلیل ہے کہ مکہ جا کر حج ہوتا ہے۔ اس کی دلیل بھی تو یہی ہے کہ حضور ﷺ نے ہمیں فرمایا۔ حضور ﷺ نے تو یہ بھی فرمایا پھر اس کے نہ ماننے کی کیا وجہ ہے۔

دوسری سب سے بڑی بات یہ ہے کہ کسی بھی کام کے کرنے سے سوائے مشقت کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ آپ کسی کام سے یہاں تشریف لائیں، کچھ لوگ صرف مجھ سے ملنے آ گئے میں یہاں نہیں ہوں انہیں کسی نے جمعہ بھی پڑھا دیا، انہوں نے نماز بھی پڑھ لی لیکن وہ کہیں گے بھئی جمعہ تو ہم اپنے شہر میں بھی پڑھ لیتے ہمیں تو ایک آدمی سے ملنا تھا وہ آدمی نہیں مل سکا، واقعی وہ جمعہ تو وہاں بھی پڑھ لیتے وہ جمعہ پڑھنے تو نہیں آئے تھے انہیں تو ایک آدمی سے ملنا تھا، صرف ملنا ہی تھا کوئی کام نہ تھا۔ ملنا بھی تو ایک کام ہے تو وہ سفر ان کے لیے دوگنا تھکاوٹ کا باعث بن جائے گا کہ اتنا سفر کیا اور ملاقات بھی نہ ہوئی اور دس منٹ کی ملاقات ہو جائے تو وہ ساری

تھکاوٹ دور ہو جائے گی کہ چلو جس کام کے لیے آئے تھے وہ تو ہو گیا۔

اب حج کا مقصد یہ ہے کہ ہم اپنے گزشتہ تمام اعمال کو لا کر وہاں رکھ دیں کہ خدایا میرا سرمایہ تو یہی ہے لیکن میں تیرا عاجز بندہ ہوں اور میں تیرے سامنے اپنے اختیار سے دستبردار ہوتا ہوں۔ میں اپنے لیے کچھ نہیں سوچوں گا، میں اپنے لیے کچھ نہیں کروں گا، میں اپنی مرضی سے کچھ کھاؤں گا نہیں، میں اپنی مرضی سے کہیں جاؤں گا نہیں، تو مجھے حکم دے گا تو میں کہیں جاؤں گا، تُو اجازت دے گا تو میں سوؤں گا، تُو فرمائے گا میں جاگ اٹھوں گا، تو کہے گا تو میں سجدہ کروں گا، تو کہے گا بس کر تو میں بس کر دوں گا، جس چیز کے کھانے کی تو اجازت دے گا، وہ کھاؤں گا، جس سے تُو روک دے گا رک جاؤں گا۔ آج سے میری حکومت ختم اور تیری حکومت کو میں قبول کرتا ہوں۔ اب اگر یہ مقصد ہم نے نہیں پایا اور زندگی میں پچاس حج کر لیے تو کیا کیا۔ جھوٹ بولا اللہ سے اور اپنے اوپر مزید بوجھ لاد ا کہ تم اتنا مکر کر کے، اتنا حلیہ بنا کے، اتنا سفر کر کے پھر بھی ہیرا پھیری سے باز نہ آئے۔ جو وعدہ کرنے آئے تھے اس سے بھی مکر گئے اور پھر تمہارے کرتوت وہی رہے تمہیں شرم بھی نہ آئی کہ میں نے اللہ کے روبرو کیا کہا تھا، کس بات کا اعتراف کیا تھا تو کیا حاصل۔ اگر ہم چاہیں تو یہ دروازہ تو اللہ کریم نے ہمارے لیے کھول رکھا ہے لیکن میرے خیال میں جب رب کریم نے اس کو چوتھے نمبر پر رکھا ہے تو کیا ہم نے پہلے تین ستون قائم کر لیے ہیں جو اللہ کریم نے اس کی پرائیارٹی لسٹ (Priority List) بنائی ہے یا اللہ کریم نے جب ترتیب رکھی ہے تو اسلام کے پہلے تین مدارج یا تین step یا تین زینے جو رکھے گئے ہیں کیا ہم ان تینوں پر جم کر کھڑے ہیں۔ پہلی تین دیواریں ہیں کہ ہم چوتھی کو بنانے چلے ہیں؟ اگر پہلے سے نہیں ہیں تو جب ہم چوتھی بنانا چاہتے ہیں تو کیا ہم اس کے ساتھ دوسری تین بھی تعمیر کر رہے ہیں؟ چلو پہلے نہیں تھیں آج ہی بن جائیں۔ صرف ایک دیوار پر ہم چھت ڈالنا چاہتے ہیں؟ تو اسلام ایک عملی مذہب ہے، بڑا سادہ، بڑا سیدھا اور بڑا صاف۔ یہ ہیرا پھیری کا مذہب نہیں ہے۔ اسلام میں اور باطل مذاہب میں فرق یہ ہے کہ آپ ہندومت میں جائیں تو وہاں عام آدمی کی رسائی برہمن تک ہے اس سے آگے کچھ دیویاں ہیں، کچھ دیوتا ہیں یا کچھ طاقتیں ہیں وہ جانے اور برہمن جانے عام آدمی کا ان سے تعلق نہیں ہے۔ آپ بدھ مت کے پاس جائیں تو عام آدمی کی رسائی بدھا تک یا پروہت تک ہے آگے نہیں ہے۔ آپ تبت کے لاماؤں کے پاس جائیں، آدمی لامہ تک پہنچ سکتا ہے آگے وہ جانیں اور غیبی طاقتیں جانیں جن کو وہ پکارتا ہے یا جن کی وہ عبادت کرتا ہے۔ عیسائیت کو دیکھ لیں تو آپ پوپ تک یا پادری تک جا سکتے ہیں آگے یسوع مسیح جانے یا خدا جانے یا پادری جانے دوسرے آدمی کی وہاں رسائی نہیں ہے۔ آپ یہودیت میں جائیں تو وہاں ان کے راہبان بیٹھے ہیں وہاں تک تو آپ جا سکتے ہیں لیکن آگے رسائی راہبان کی ہے آپ کی، میری نہیں ہے، عام آدمی کی نہیں ہے۔

اسلام واحد مذہب ہے جو ہر آنے جانے والے کو اللہ کے روبرو کھڑا کر دیتا ہے۔ کسی پیر کا مذہب نہیں ہے، کسی مولوی کی ذاتی جاگیر نہیں ہے، کسی بادشاہ کا مذہب نہیں ہے، کسی بڑے زمیندار کا مذہب نہیں ہے بلکہ یہ سب مسلمانوں کا اپنا اسلام ہے۔ ہر مسلمان کا اللہ رب العزت کے ساتھ، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ براہ راست تعلق ہے یہ ہم میں جتنی پارٹی بازی در آئی ہے اس کا اصل سبب یہ ہے کہ ہم نے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ اپنا نام شامل کرنے کی کوشش کی ہے۔ میں کہتا ہوں اللہ کی مانو رسول اللہ ﷺ کی مانو، ساتھ میری بات بھی مانو۔ اللہ اور رسول ﷺ کی بات اس طریقے سے مانو جس طریقے سے میں کہتا ہوں۔ دوسرا کہتا ہے بات اللہ اور رسول ﷺ کی مانو لیکن جس طریقے سے میں کہتا ہوں اس طریقے سے مانو۔ بھلا کیوں کوئی مانے میرے طریقے سے، آپ کے طریقے سے، دوسرے کے طریقے سے۔ اگر میں ایک

رائے رکھتا ہوں تو دوسرے کو بھی رائے رکھنے کا حق حاصل ہے اس کا اپنا اللہ ہے، اس کا اپنا رسول ﷺ ہے، اس کی اپنی وفاداری ہے، اسے اپنی وفاداری ظاہر کرنے کا حق حاصل ہے، اسے اللہ کے روبرو کھڑا ہونے کا حق حاصل ہے۔ جب اللہ نے اپنا دروازہ کھلا رکھا دوسرا کوئی اسے کیوں بند کرتا ہے۔

ہاں علماء کا احسان ہے ہم پر اس بات کا کہ وہ ہم تک اللہ کے احکام، رسول اللہ ﷺ کی بات پہنچائیں، اپنی بات نہیں۔ وہ بات جو اللہ کی بات ہو وہ بات جو رسول اللہ ﷺ کی بات ہو ہم تک پہنچائیں۔ یہ ان کا احسان ہے لیکن اگر اس میں لپیٹ کر وہ اپنی کہنا چاہیں تو پھر ہم ان سے دین بھی نہیں سیکھیں گے اس دروازے پر جائیں گے جہاں کھرا اور خالص دین ملے گا۔ یہی حال پیروں کا، مشائخ کا ہے کہ وہ برکات نبوی ﷺ کے امین ہوتے ہیں اگر واقعی ان کے پاس وہ دولت ہے تو پھر ہمیں بھی ان کے پہلو میں بیٹھ کر کچھ گرمی، کچھ حدت، کچھ حرارت، کچھ محبت کی چنگاریاں پھوٹتی نظر آنی چاہئیں۔ اگر ان کے پاس بیٹھ کر بھی ہمیں نفرتیں ملیں تو پھر ہم محبتیں لینے کہاں جائیں کیونکہ اسلام تو محبتوں کا مذہب ہے، اسلام تو ایسا مذہب ہے جو کافر سے بھی شفقت کا درس دیتا ہے۔ یہ کسی کافر کے ساتھ ظلم کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ جو کسی ایسے شخص کے ساتھ زیادتی کرنے کی اجازت نہیں دیتا جو اللہ کا نافرمان ہو، کافر ہو، بدکار ہو، ظالم ہو آپ اس کے ساتھ بھی انصاف سے آگے نہیں بڑھ سکتے، حد سے نہیں بڑھ سکتے چہ جائیکہ ہم کسی مسلمان کے ساتھ زیادتی کریں۔ اور اگر ہم اپنے آپ کو ان حدود میں پابند نہیں کرتے، نہیں کر سکتے تو پھر یہ دور دراز کے سفر کرنے اور یہ مصیبتیں اٹھانے سے میرے خیال میں تو ہمیں کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

میں یہ نہیں کہتا کہ حج کا سفر نہ کرو میں کہتا ہوں ضرور کرو لیکن یہ چیزیں حاصل کر کے جاؤ، اپنے آپ کو ان باتوں کے لیے ذہنی طور پر، ارادی طور پر تیار کر کے وہاں لے جاؤ اور وہاں جا کر اللہ کے سامنے واقعی ہتھیار پھینک دو یا پھر وہاں تک نہیں پہنچ سکتے تو وہ بھی ایک مسجد ہی ہے آپ کے گھر میں، آپ کے محلے میں، یہاں جہاں آپ بیٹھے ہیں یہ اللہ ہی کی مسجد ہے۔ یہیں سے اللہ سے بات کر لو کہ خدایا وہاں تک تو تو نے مجھے اسباب نہیں دیے ورنہ وہاں میں سرنگوں کرتا۔ تو نے مجھے یہاں تک پہنچایا ہے تو میں یہاں ہی تیری بارگاہ میں اعتراف شکست کرتا ہوں اور کم از کم اپنے آپ کو اللہ کے مقابلے میں تو کھڑا نہ کریں یعنی کم از کم آدمی اپنے میں اتنی شکستگی تو پیدا کرے کہ اپنے کو اللہ سے کمتر لے جائے اور اپنے اوپر اللہ کی حکومت کو قبول کر لے۔ یہ ہمارا فرض ہے اگر ہم یہ بھی نہ کر سکیں تو ہم کس منہ سے مسلمان کہلانے کے مستحق ہیں۔ وہ مسلمان جنہیں دیکھ کر کافر بھی ایمان قبول کر لیا کرتے تھے انہیں دیکھ کر آج مسلمان بھی اسلام سے بیزار ہوتا ہے۔

آج ہماری اپنی آنے والی نسلیں، ہماری اپنی نئی پود، ہمارے اپنے بچے جب جوان ہوتے ہیں تو وہ ہمیں کہیں یہ کیا فراڈ بنا رکھا ہے، ہمارے بزرگ جھوٹ بولتے ہیں یہ دھوکا کرتے ہیں یہ رشوت لیتے ہیں اور ہمیں کہتے ہیں کہ نیک بن جاؤ۔ خود سارا دن کلب میں ہوتے ہیں ہمیں کہتے ہیں گلی محلے میں مت جاؤ، خود سارا دن جوا کھیلتے ہیں ہمیں کہتے ہیں کبوتر نہ اڑایا کرو کیا عجیب بات ہے یہ کیسے لوگ ہیں۔ آپ دوسروں کو تو چھوڑ دیں کافر بدکار یا بے دین ہم سے کیا سبق حاصل کرے گا۔ خود ہماری اولاد جو ہماری گود میں پلتی ہے وہ ہمارے کردار سے بدظن ہو جاتی ہے کہ ہمارا مذہب، اس میں کوئی حقیقت ہے بھی کہ نہیں۔ جب تک وہ بچے ہوتے ہیں، بھولے بھالے ہوتے ہیں لیکن جب وہ ہوش سنبھالتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ ہمارے بڑے ہمیں کہتے ہیں "مت کرو" اور خود وہی کرتے ہیں۔ اگر واقعی نہ کرنے کی بات ہوتی تو خود بھی نہ کرتے۔

بزرگوں کا قول ہے کہ جسم کو مکہ لے جائے اور دل اس کا ہندوستان میں ہو تو اس سے بہتر ہے کہ جسم ہندوستان میں رہے اور دل اس کا مکے میں بستا ہو۔ جنہیں اللہ لے گیا خدا ان کا حج قبول

کرے لیکن ہم جو نہیں جا سکے ہمیں اللہ نے اس سعادت سے محروم نہیں کیا بلکہ ہم یہاں بیٹھ کر اس سعادت میں شریک ہو جائیں جو ان لوگوں کو وہاں نصیب ہو گی یہ اس کا فضل عظیم ہے یہ اس کی رحمت عامہ ہے یہ اس کی بہت بڑی مہربانی ہے کہ جن لوگوں کو وہاں پہنچنے کی استطاعت نہیں بخشی ان کے لیے وہی رحمت عامہ یہاں عام کر دی۔

ہمیں یہ چاہیے کہ ہم اپنے کردار پر نظر کریں، دوسروں کو چھوڑ دیں۔ جب مصیبت ٹوٹتی ہے کہیں آگ لگتی ہے تو آپ نے کبھی کسی کو دیکھا ہے کہ وہ کہے جب کوئی دوسرا بھاگے گا تو میں بھاگ جاؤں گا ورنہ میں جلنے والوں کے ساتھ کھڑا جلتا رہوں گا۔ کوئی جلنے والوں کا ساتھ نہیں دیتا۔ اگر خدانخواستہ سمندر میں کوئی جہاز غرق ہونے لگے اور لوگ پانی پہ رہ جائیں تو کوئی یہ نہیں دیکھتا کہ کوئی اور بھی ہاتھ پاؤں مار رہا ہے تو میں ماروں گا ورنہ مجھے کیا ضرورت ہے۔ سارے ڈوب رہے ہیں تو میں بھی آرام سے ڈوب جاؤں گا۔ کوئی نہیں ایسا کرتا۔

معاشرے میں اگر سارا معاشرہ بھی برائی کی طرف چل پڑے تو ہمارے پاس یہ کوئی جواز نہیں ہے کہ دوسرے برائی کر رہے ہیں میں بھی کروں گا۔ یہ کیا جواز ہے۔ خدانخواستہ اگر دوسرے سارے غرق ہونا شروع کر دیں تو ہم غرق ہو جائیں گے کیا؟ نہیں ہرگز نہیں! ہم اپنے آپ کے ذمہ دار ہیں ہمیں اپنے آپ کو اللہ کے روبرو پیش کر کے اپنے اختیارات اس کے حوالے کرنے چاہئیں اور اپنے لیے اللہ سے نجات مانگنی چاہیے۔ کم از کم اپنے آپ کو، اپنے وجود کو، اپنے جسم کو، اپنی جان کو تو اللہ کے عذاب سے بچا کر لے جائے۔ اگر کوئی اتنا بھی نہیں کرتا تو اس نے ظلم کرنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ جو شخص اپنے وجود کے ساتھ اپنے آپ کے ساتھ وفا نہیں کرتا اس پر کوئی دوسرا امید وفا رکھے تو وہ بھی بے وقوف ہے۔ اس شخص پر امید وفا رکھتا ہے جو خود اپنا بھی وفادار نہیں ہے۔ جو اپنے نقصان پہ خوش ہوتا ہے، جو اپنا گھر پھونک کر تماشا دیکھتا ہے، دوسرے کے نفع نقصان کی پرواہ کیا کرے گا۔

تو آیئے ہم بھی عہد کریں کہ اللہ ہمیں یہ توفیق ارزاں فرمائے۔ اگرچہ ہم ہزاروں میل دور ہیں لیکن ہم اللہ سے دور تو نہیں ہیں، ہمارے دل تو خانہ خدا سے دور نہیں ہیں۔ اگر وہ وہاں پہ رحمت لٹا سکتا ہے تو یہاں اسے کوئی منع کرنے والا تو نہیں ہے۔ دیکھیں اس نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو سیدنا اسماعیل علیہ السلام جیسے بیٹے کی گردن پر چھری رکھ کر ثواب اور اس کے اجر کا مژدہ سنایا لیکن اس پوری امت کو ایک گائے یا بکرا یا دنبہ ذبح کرنے پر اس ثواب میں شامل کر لیا۔ وہاں جانے والوں کو شریک کیا تو یہاں رہنے والوں کو بھی محروم نہیں کیا۔ ہمارے لیے اس میں سعادتوں کے دروازے بند نہیں کیے۔

یہ ہم ہیں جو اپنی بھی پرواہ نہیں کرتے، اپنے نفع ونقصان کو بھی نہیں سوچتے۔ محض دنیوی خواہشات اور اندھے پن میں ہم سبز پیلے نیلے رنگ دیکھ کر ان کے پیچھے بھاگنا شروع کر دیتے ہیں یہ نہیں دیکھتے کہ یہ رنگ کسی اژدہے کے نہ ہوں یہ جسے ہم روشنی سمجھ رہے ہیں یہ کہیں آگ کا شعلہ نہ ہو، یہ جس کی ہم چمک دیکھ رہے ہیں کہیں یہ کوئی انگارہ نہ ہو۔ جسے ہم ہیرا سمجھ رہے ہیں یہ انگارہ بھی تو ہو سکتا ہے۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ ہم جہاں بھی ہیں وہاں رب جلیل سے یہ عہد کریں کہ خدایا تو ہماری توبہ کو قبول فرما اور ہمیں بھی اپنے گھر پہ حاضری کی سعادت نصیب فرما۔ روضہ اقدس کی زیارت کی سعادت نصیب فرما، منیٰ اور عرفات میں جانے کی سعادت نصیب فرما، طواف اور سعی نصیب فرما۔ اللہ قادر ہے سب کو عطا فرما سکتا ہے لیکن اس حال میں کہ تو ہم سے راضی ہو اور ہم تیرے اطاعت گذار بندے بن چکے ہوں۔ ہمارے دل دھڑکتے ہوں اور تیرا نام ہو، ہمارے اعضاء وجوارح ہوں اور تیری اطاعت ہو، ہماری پیشانیاں ہوں اور تیرا دروازہ ہو، ہمارے ہاتھ اٹھیں تو تیری بارگاہ میں۔ اسی پہ ہمیں زندہ رکھ، اسی پہ موت نصیب فرما اور ایسے ہی لوگوں کے ساتھ یوم حشر ہمیں کھڑا فرما۔ آمین

then the importance of world will increase and the importance of the hereafter will decline. We are always busy evaluating others. Everyone is answerable to Allah so leave them as they are and evaluate your ownselves. I pray that Allah grants everyone the capacity to do good and a high level of khuloos. He may grant us a heart which is alive thus we will not fear death. Herafter is our abode and we have to return to it. With each breath that we take here, we are either growing flowers, or sowing thorns and each one of us will behold what he has sent forth. Each one of us will bear the consequences of our deeds. What we are sending to our eternal home, will be seen there. If today we are commiteing crimes, when we return to our abode we will be greeted by police. But if we are earning wealth and depositing it there, then the abode would be luxurious and comfortable .

Beg Allah for capacity to do good and the remedy for all ailments, the highest supplication, and the best deed is Zikr Allah which one must never abandon.

23. Gardens Everlasting,they shall enter them,and also whosever would have acted righteously from among their fathers and spouses and progeny. And angels shall enter unto them from every portal, saying:
24. "Peace be upon you for patiently perservered.Excellent then is the happy end in the Abode!"
Al Quran,Chapter:13, Surah:13,
Verses :23 and 24

بزم عاشقاں میں ان کی آمد

یہ کون ہے سوئے بزم آیا جلو میں اپنے بہار لے کر
نگاہ تشنہ کی بن کے تسکین، تڑپتے دل کا قرار لے کر

وہ جس کا ہر نقش پا پتہ دے بہار کو اس کی منزلوں کا
وہ جس کی نظروں کا قطب تارا ہے راہبر ہم سے گمرہوں کا
وہ چشموں کی رل ترل سا لہجہ، وحرف ومعنی کے پھول تارے
وہ شاہ خوباں ہے جلوہ ساماں بزم کو اذن دیدار دے کر
یہ کون ہے سوئے بزم آیا جلو میں اپنے بہار لے کر
نگاہ تشنہ کی بن کے تسکیں، تڑپتے دل کا قرار لے کر

زمین چاندی ہوگئی ہے کیوں اور فضا میں کیوں کیف بھر گیا ہے
یہ کس کی خوشبوئے پیرہن ہے قدم ہوا کا بہک گیا ہے
نظارے نظروں میں ڈھل رہے ہیں دلوں کے ساغر چھلک رہے ہیں
گلاب و مہتاب سا کوئی آیا، نگہ میں کیف وخمار لے کر
یہ کون ہے سوئے بزم آیا جلو میں اپنے بہار لے کر
نگاہ تشنہ کی بن تسکیں، تڑپتے دل کا قرار لے کر

کرم کی برکھا پیاس جاں کی بجھا رہی ہے بڑھا رہی ہے
دلوں کے دامن دراز ہیں اور نظر خزانے لٹا رہی ہے
وہ کج کلاہوں کا تاجور وہ شہریار شہر دل فگاراں
سر مطلع جاں سحابِ نیساں ہے دامن گہربار لے کر
یہ کون ہے سوئے بزم آیا جلو میں اپنے بہار لے کر
نگاہ تشنہ کی بن تسکیں، تڑپتے دل کا قرار لے کر

ہے حسن کو ناز جتنا آساں تو عشق کو ضبط اتنا مشکل
ہجوم حلقہ عاشقاں پر بنی ہے مشکل، ھائے ایسی مشکل
چراغ شب تاب سادہ چہرہ، کڑا ادب کا جنوں پہ پہرہ
نگاہیں اُٹھ اُٹھ کے جھک رہی ہیں یوں تشنہ خامی کا بار لے کر
یہ کون ہے سوئے بزم آیا جلو میں اپنے بہار لے کر
نگاہ تشنہ کی بن کے تسکیں، تڑپتے دل کا قرار لے کر

ملک سرور اعوان شیخوپورہ

Khuloos (The spirit to make the right choice)

Translated Speech of His Eminence

Hazrat Ameer Muhammad Akram Awan

Shaikh Silsilah Naqshbandiah Owaisiah

Dar-ul-Irfan, Munarah

Dated: April 4th, 2010

So a person must always remember``that if he has attainded some excellence it is purely a blessing from Allah. This generates humility in him, but if a person begins to feel that he has become accomplished then the matter is over .

There are two dangerous turnings on this path we are discussing. Khuloos the feeling which determines our priorities in life can be compared to a utensil. A person may walk through river with his utensil in his hand, his utensil too will get submerged in the water.But once he gets out of the river he will only have water as much as his utensil could hold. The river will not go with him,only his utensil will go with him. This is a strange phenomena we have seen people with many "muraqabats" but when they died very little was left with them. This is because their utensil was small. We used to avail the company of Hazrat Allah Yarkhan (Ra), he was like an ocean, and when we sat with him we too thought we were in an ocean But death takes a man to the shore and he will have only as much he could hold in his utensil. This utensil is khuloos.At times while one is still in the river the utensil turns upside down or even falk from the hands. A person who becomes conceited or thinks that he has become someone very elated is doomed right away. I am talking about those who have crossed over safely. I am not discussing those who were lost in the darkness. The reason for their doom was either pride or greed and it was their own fault. I am talking about those who cross the path safely and when they come out the amount of khuloos they have, equals the level of muraqabats they enjoy. I was once asked this question that some people whom we had seen enjoying high spiritual stations in life were observed after death, not to be on such stations, but were on lower stations. What was the reason? Today this question has been answered though I usually do not speak on such matters. Death is like crossing the river and getting on the other side. Now when he was alive he was in the river and you would observe him surrounded by water but when he crossed over he will have only that much water as much as his utensil could hold so every breath is a blessing, try to do as much as Zikr Allah as possible, as Zikr Allah generates khuloos.

This khuloos is a feeling, a spirit which determines the importance of things in life. If we have khuloos then the commands of Allah and His Prophet (saw) will have more importance for us than worldly pleasures and gains If the level of khuloos declines

Ji rua, he complained to Hazrat Ji rua for keeping this blessing confined to himself. The day he started Zikr, he was blessed with spiritual sight and under the influence of his spiritual visions, he would often weep loudly. The other Ahbab reminded him of the time when their Zikr would disturb his Salah and now it was his loud sobbing that diverted their concentration during Zikr.

In the very first Zikr assembly that Sarwar attended, his spiritual sight was so keen that he could not stop himself from reporting his sightings. He saw a strong beam of light coming out of Hazrat Ji rua's bosom entering the bosom of a 'tall man' and then dividing into many beams that lit up the hearts of the rest of the Ahbab. Sarwar did not know who the 'tall man' was. That 'tall man' was Hazrat Ameer ul Mukarram-mza. During Zikr the Lights passed from Hazrat Ji rua's Qalb into Hazrat Ameer ul Mukarram-mza's and then transferred into the hearts of the rest, according to their capacity. This vision of the transmission of lights was pointing to the reality that as ordinary people could not bear the intensity of Tawajjuh directly from Hazrat Ji rua, right from the beginning Hazrat Ameer ul Mukarram-mza was chosen to act as Hazrat Ji rua's intermediary. At this Zikr assembly, although Hafiz Abdur Razzaq rua and Maulvi Sulaiman were also present, the medium chosen for distributing the lights was Hazrat Ameer ul Mukarram-mza, as if, right from inception he was handed the responsibility of Hazrat Ji rua's Deputy-ship. When Imdad Husain Shah joined the Zikr circle in Chakwal, his brother Zahoor Shah .. strongly opposed him, citing the practice as Bidah (innovation) or 'Wahabism'. On Hazrat Ji rua's arrival in Chakwal, Imdad Husain invited his brother to come and spend a night in Hazrat Ji rua's company and ascertain for himself if there was anything against the Shari'ah in any of their actions. To test his brother, Zahoor Shah went along for the night Zikr and for a while sat impassively, observing everything critically, and then he too joined in the Zikr. When the session ended, Imdad Husain asked him his opinion. Contritely he replied, "What can I say? I saw some Ahbab doing the rounds of the K'abah, then I saw some Ahbab sitting in the Court of the Holy Prophet saws. After all this, what can I say!"

This vision not only served as a means of Zahoor Shah's joining the Silsilah but led others to commence Zikr as well; after his outright and long opposition, the beginning of his acceptance of reality and commencing Zikr was in itself irrefutable and solid proof for the Ahbab.Despite Hazrat Ji rua's heavy workload, instructing the Ahbab of Chakwal was his foremost priority. Whenever he was in Mohara Kor Chashm, the Ahbab of Chakwal would join him for Zikr there. In the same way, when Hazrat Ji rua went to Hazrat Ameer ul Mukarram-mza's dwelling in Sethi, he would be accompanied by a large number of Ahbab. In Chakwal, the twice daily Zikr sessions continued even in Hazrat Ji rua's absence. When Hafiz Abdur Razzaq rua was transferred to the Degree College Jhelum,

To be continued

from the Quran:

"The Bounty of Thy Lord- Rehearse and Proclaim!" Surah Dhuha V11.

"The bosom/chest of the one who proclaims and announces the blessings that are derived from Tasawwuf, gets expanded. I did Tableegh (preached religion), took part in debates and Manazaray and published religious journals, people came but returned unaffected. Allah knows well, there was no consideration for personal benefit in this whole effort, but it was not productive. However, this (Tasawwuf) has been beneficial. However those that do not benefit from it, we ask them to leave, telling them, there is no need to go along with us, or else, become a proper Muslim and follow the footsteps of the Holy Prophet saws.

Spread of the Silsilah in Chakwal

Noting the radical changes in the pastimes of Hafiz Abdur Razzaq rua and Maulvi Sulaiman, their circle of friends too turned their attention towards Hazrat Ji rua. Whoever among them came to him with a true thirst did not remain without gaining his affection. Some sceptical people also came with the intention of fault finding, but noting the sincere adherence to the Shari'ah and the true form of Tasawwuf, they too were impressed and joined the Zikr circle. In those days Hazrat Ji rua had instructed the Sathis not to preach to ordinary people but to devote all their time to self-correction. Despite this, the numbers of the Zakireen grew daily and in this way, slowly the conditions in Chakwal became favourable for the expansion of the Silsilah.

Finally when permission was received from the Court of the Holy Prophet saws, Hazrat Ji rua decided to organise the Jama'at of Zakireen, which was the formal beginning of the expansion of the Silsilah. This decision was taken around 1960. For approximately 500 years after Hazrat Abdur Rahman Jami-rua, Silsilah Owaisiah remained underground like a hidden spring. Now that open permission was granted, the act of its renaissance was initiated through Hazrat Ji rua. In Chakwal, a considerable number of Ahbab would gather at Maulvi Sulaiman's house every evening for Zikr, out of which many also attended the Tahajjad Zikr. In this way, news about this Zikr circle spread in Chakwal, and within a short span of time the Silsilah of Zikr gained a fair amount of public fame.

Hazrat Ji rua also had a vast following in Mohara Kor Chashm, a suburb of Chakwal, where he would often go to meet his teacher Maulana Muhammad Isma'eel rua. His son, Maulana Ikram ul Haq, a knowledgeable person and admirer of Hazrat Ji rua joined the Silsilah, and within a few days started experiencing a beam of spiritual light entering his heart. Seeing him many people joined in and established another base for Zikr in Mohra Kor Chashm. In this same area, a friend of Hazrat Ji rua from his student days, Sarwar, was a shopkeeper here. He would bemoan that the sobbing of the Ahbab while doing Zikr in the Masjid, disturbed the Salah of the other worshipper.However, when he came to know that they were followers of Hazrat .....

Hayat-e-Javidan **Chapter 18**

(Translation)A Life Eternal

OPENING THE DOORS OF THE SILSILAH

In 1981, during an interview recording, Hazrat Ji rua was asked a question: 'Hazrat how did the Silsilah spread?'

Hazrat Ji rua replied, 'In Chakwal, Hafiz Sahib came into the Zikr circle followed by Hakim Fazal Kareem and Patwari Sahib, then others followed them. They spread the news further and then the Chakwalis (people/ Ahbab from Chakwal) announced it (publicly)'.

At another time Hazrat Ji rua stated, 'I was serenely sitting and doing my Zikr Allah when these Chakwal people revealed me.'

Professor Hafiz Abdur Razzaq-rua was also present on the occasion. Softly he read a couplet in Persian:

"The day you were ordained as the Moon, little did you realize then,

That the whole world would point their fingers at you!"

Once Hazrat Ji rua expressed the same sentiments but coloured differently. He said, "I am a simple land owner, and if a stranger were to come and sit by me without knowing me, he wouldn't even consider me a Maulvi; let alone my being a Sufi which is an even more remote. I have never made any affectation in my mode of dress, conversation or life style. I have never concerned myself with outward appearances. The reason for this is that Allah swt has granted me personal excellence. Faqiri is not found in props like long tasbehis (rosary beads), or special shawls or gowns, but at the same time this phenomena cannot remain hidden either, it gets exposed automatically."

He then read a Farsi couplet of Maulana Rumi rua from his famous book Zuleikha:

"A beautiful face: even if kept behind locked doors,

Will manifest its beauty through the skylight!"

"Whenever the un-initiated religious scholars raise an objection, I tell them, 'I am still alive' (to reply, as well as to present the practical proof).

Many accuse me of exposing the (hitherto hidden aspects of) Tasawwuf. In Quetta, a famous Gaddi Nashin (spiritual heir) complained to Maulana Abdul Qadir Dervi about me, saying that there is nothing much to it (Tasawwuf) but Maulvi Sahib has over exposed its importance. Maulana Sahib who is very wise, turned and asked him, 'Hazrat you yourself acknowledge Tasawwuf and teach it to others as well. Tell me; is this a part of Deen (Islam) or something apart?'

"He replied: Yes, it is a part of Deen."

"The Maulana immediately turned to the others and said, 'Anyone who hides Deen is cursed, then it means that what Hazrat has done is correct."

Hazrat Ji rua then recited the following verse

اَكْثِرُوْا ذِكْرَاللهِ حَتّٰى يَقُوْلُوْا مَجْنُوْنٌ احمد و ابن حبان

Practise Zikr so excessively that people may regard you as mad

Before undertaking a task if we become heedfull not to do anything that may annoy Allah and His Prophet (S.A.W) then surely we have met our goal.

Hazrat Sheikh ul Mukaram
Ameer Muhammad Akram Awan MZA

October 2012
Zul Qaada / Zul Hajj 1433h

MONTHLY AL-MURSHID PS/CPL # 15
17-AWASIA SOCIETY-COLLEGE ROAD, TOWN SHIP LAHORE

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو وڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ اپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ اپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور اپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1- مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2- مشکوۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔ 3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ 4- اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔ 5- حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6- ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8- اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9- سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاون لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فورا اپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255